انشاء اللہ خان انشا

رانی کیتکی کی کہانی

مرتبہ

ڈاکٹر سید سلیمان حسین

رانی کیتکی کی کہانی

سید انشاء اللہ خاں انشا

مُرتبہ

ڈاکٹر سید سُلیمان حسین

اشاعت اوّل .. .. جولائی ۱۹۷۵ء

تعداد ۵۰۰

قیمت .. .. ۷/۵۰ روپے

کتابت .. .. .. سیّد علی احمد زیدی

طابع .. .. نظامی پریس لکھنؤ

ناشر

کتاب نگر، دین دیال روڈ لکھنؤ ۳

لکھنؤ

کے

نام

"خاکِ وطن کا مجھ کو ہر ذرّہ دیوتا ہے"

مُقدّمہ

انشا اپنے زمانے کے شاعر ہی کی حیثیت سے تاریخ ادب اردو میں اہمیت نہیں رکھتے، بلکہ اردو نثر میں بھی ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔ خالص اردو میں ان کی "رانی کیتکی کی کہانی" انیسویں صدی کے آغاز میں لکھنوی ذخیرۂ نثر کے آئین نمونوں میں سے ہے۔ جس میں انشا نے عربی، فارسی اور ترکی الفاظ خارج کر کے اپنی جدّت طبع اور فکر رسا کا ثبوت دیا ہے اور پہلی بار اُردو کو ایک انفرادی اور آزادانہ حیثیت دینے کا کامیاب تجربہ کیا ہے۔

انشا کا پورا نام سیّد انشاء اللہ خاں اور تخلّص انشا

تھا۔ ان کے والد میر ماشاء اللہ خاں مصدر اپنے زمانے کے حاذق حکیموں میں شمار ہوتے تھے۔ انشا کے بزرگ نجفِ اشرف سے ہندوستان آکر دہلی میں اقامت گزیں ہوگئے تھے۔ لیکن زوال سلطنت دہلی کے بعد میر ماشاء اللہ خاں مصدر مرشد آباد (بنگال) چلے گئے جہاں صفر ۱۱۶۶ھ[1] دسمبر ۱۷۵۲ء میں انشا پیدا ہوئے۔

انشاء نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، چونکہ نہایت ذہین اور بلا کے طبّاع تھے، اس لیے کم سنی ہی میں انھوں نے عربی، فارسی، صرف و نحو، حکمت، منطق اور ہندی میں مہارت حاصل کرلی۔ شعر و شاعری کا شوق اوائلِ شباب سے تھا۔ ابتدا میں اپنے والد سے اصلاح لیتے تھے۔ اس کے بعد میر سوز کے شاگرد ہوگئے۔

بنگال کی حکومت کا شیرازہ بکھرنے کے بعد مصدر اپنے بیٹے کو لیے ہوئے فیض آباد چلے آئے اور وہاں یہ دونوں نواب شجاع الدولہ کے دربار سے وابستہ ہوگئے۔ لیکن

---

[1] رسالہ تحریر بابت اپریل۔ جون ۱۹۶۳ء

نواب موصوف کے انتقال کے بعد انھوں نے دہلی کا رخ کیا۔ شاہ عالم اس وقت بادشاہ تھے اور شاعروں کی بڑی قدر کرتے تھے۔ چنانچہ انشاؔ بھی ان کے مقرّبین میں داخل ہوگئے۔ یہیں مرزا عظیم بیگ سے ان کا پہلا ادبی معرکہ ہوا جس میں میدان انشاؔ کے ہاتھ رہا۔

لیکن دلّی کی تباہی سے بد دل ہوکر یہ لکھنؤ چلے آئے۔ اس زمانے میں نواب مرزا سلیمان شکوہ (شاہ عالم کے بیٹے) بڑے تکلّف سے زندگی گزار رہے تھے۔ انشاؔ نے انھیں کی ملازمت اختیار کی اور کچھ ہی دنوں میں اپنی تیزی، طرّاری اور ظرافت سے نواب موصوف کو شیشے میں اتار لیا۔ اسی زمانے میں مصحفی سے ان کے کئی زور دار ادبی معرکے بھی ہوئے جس میں دونوں طرف سے ایک دوسرے پر وہ کیچڑ اچھالی گئی اور ایسی ایسی فحش نظمیں لکھی گئیں، جن کو پڑھ کر غیرت شرم سے نگاہیں نیچی ہو جاتی ہیں۔

انشا کی زندگی کا بہترین دور نواب سعادت علی خاں (۱۲۱۲ھ تا ۱۲۲۹ھ) کے دربار سے وابستگی کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اس زمانے میں انشاؔ کو عزّت و شہرت

کے ساتھ ساتھ ذہنی سکون بھی ملا۔ اس لیے اب وہ خالص ادبی کاموں کی طرف متوجہ ہوگئے۔ چنانچہ ان کی مشہور نثری تصانیف دریائے لطافت، سلک گوہر اور رانی کیتکی کی کہانی ان کی زندگی کے اسی دور کے ادبی کارنامے ہیں۔

انشاؔ اور نواب سعادت علی خاں میں بڑی گہری وابستگی تھی۔ انشاؔ اپنی بذلہ سنجی اور ظرافت سے نواب کو ہر وقت خوش رکھتے تھے۔ لیکن ۱۲۲۶ھ/۱۸۱۱ء کے لگ بھگ نواب سعادت علی خاں نے انھیں کسی وجہ سے ناخوش ہوکر اپنے دربار سے علیحدہ کردیا۔ اس کے بعد انھیں زندگی کے بدترین آلام اور جاں گُسل صدمات سے گزرنا پڑا۔ آخر اسی حالت میں انھوں نے دوشنبہ ۳۰ر جمادی الثانی ۱۲۳۲ھ/ ۱۹ر مئی ۱۸۱۷ء کو انتقال کیا۔[۱] مصحفی نے تاریخ وفات کہی ؎

انشاء اللہ خاں کہ بود از فصحا — زیں دار چوں رفت جانب ملک بقا
تاریخش گفت مصحفی بے کم و کاست — اے وائے کہ مُردہ قدردان شعرا

۱۲۳۲ھ

---

[۱] رسالہ 'تحریر' بابت اپریل۔ جون ۱۹۷۳ء

تصانیف

۱۔ کلیاتِ اُردو جس میں جُملہ اصنافِ سُخن پائے جاتے ہیں۔

۲۔ دیوانِ ریختی

۳۔ دیوانِ بے نُقط

۴۔ دیوان فارسی

۵۔ دریائے لطافت۔ فارسی میں اُردو قواعد کی پہلی کتاب

۶۔ لطائف السّعادت۔ فارسی میں نواب سعادت علی خاں کے لطائف کا مجموعہ۔

۷۔ سلکِ گوہر۔ اردو میں ایک بے نقط نثری داستان

۸۔ تُرکی روزنامچہ۔

۹۔ رانی کیتکی کی کہانی

(۲)

"رانی کیتکی کی کہانی" اردو کی مختصر ترین طبع زاد نثری داستان ہے۔ اس کا سالِ تصنیف ۱۸۰۳ء خیال کیا جاتا ہے۔ تاہم مولانا امتیاز علی خاں عرشی کی تحقیق کے مطابق یہ ۱۲۲۳ھ / ۱۸۰۸ء کی تصنیف ہے۔ چونکہ اس کہانی کا ذکر انشا نے اپنی مشہور کتاب دریائے لطافت میں

نہیں کیا، اس لیے یہ ۱۲۲۳ھ / ۱۸۰۸ء یا پھر اس کے بعد کی تصنیف ہے۔

رانی کیتکی کی کہانی متعدد بار اُردو اور دیوناگری رسم الخط میں چھپ چکی ہے۔ اُردو میں اسے مسٹر شنٹ (پرنسپل لامارٹینیر کالج لکھنؤ) اور ریونڈر سٹیلر (پروفیسر بشپ کالج کلکتہ) نے ۱۸۵۲ء / ۱۸۵۵ء کے درمیان رسالہ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں چھپوایا تھا۔ اس کے بعد ڈاکٹر عبدالحق نے اسے رسالہ اُردو بابت ماہ اپریل ۱۹۲۶ء میں شائع کیا۔ پھر یہ کتابی شکل میں "داستان رانی کیتکی اور کنور اودے بھان" کے نام سے انجمن ترقی اردو اورنگ آباد سے ۱۹۳۳ء میں چھپی۔ اس کا تیسرا اڈیشن جو ۱۹۵۵ء میں ڈاکٹر عبدالحق کے نام سے انجمن ترقی اردو کراچی سے شائع ہوا، اسے دراصل امتیاز علی خاں صاحب عرشی نے مرتب کیا تھا۔

رانی کیتکی کی کہانی کا آغاز رمزیہ انداز میں حمد، نعت، منقبت اور اوصافِ آئمہ طاہرین سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد انشا نے ایک عنوان قائم کیا ہے "ڈول ڈال ایک

انوکھی بات کا" اس میں انھوں نے ان حالات کا ذکر کیا ہے جن کے تحت یہ کہانی معرض وجود میں آئی۔ انشاؔ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن بیٹھے بیٹھے ان کے ذہن میں یہ بات آئی کہ ایک ایسی کہانی لکھنا چاہیے جس میں باہری بولی (عربی، فارسی وترکی) اور گنواری (برج بھاشا یا اودھی) کو کچھ دخل نہ ہو۔ پھر بھی الفاظ ہندوی یعنی اردو ہوں" انشاؔ کے الفاظ یہ ہیں:۔

"ایک دن بیٹھے بیٹھے یہ بات اپنے دھیان میں چڑھی، کوئی کہانی ایسی کہیے جس میں ہندوی کے چھُٹ اور کسی بولی کی پُٹ نہ ملے۔ تب جا کے میرا جی پھُول کی کلی کے رُوپ سے کھِلے۔ باہر کی بولی اور گنواری کچھ اس کے بیچ نہ ہو۔"

چنانچہ انشاؔ نے اس خیال کا اظہار اپنے چند دوستوں سے کیا۔ لیکن ان میں سے کسی نے اسے محال قرار دیا اور وہ کہنے لگے:"یہ بات ہوتی دکھائی نہیں دیتی۔" انشاؔ کو یہ بات سخت ناگوار گزری، چنانچہ جھنجھلا کر لکھتے ہیں:۔

"اپنے ملنے والوں میں سے ایک کوئی بڑے پڑھے لکھے،

پرانے دھرانے ڈاگ، بوڑھے گھاگ یہ کھڑاگ لائے
سر ہلا کر، منھ تھتھا کر، ناک بھوں چڑھا کر، آنکھیں پھرا
کر لگے کہنے ــــ یہ بات ہوتی دکھائی نہیں دیتی۔ ہندوی
پن بھی نہ نکلے اور بھاکھا پن بھی نہ ٹھس جائے۔ جیسے
بھلے لوگ اچھوں سے اچھے آپس میں بولتے چالتے ہیں۔
جوں کا توں وہی سب ڈول رہے اور چھاں کسی کی
نہ دبے۔ یہ نہیں ہونے کا۔"

ان جملوں سے انشا کے کام کی نوعیت اور کہانی کے اسلوب
کے بارے میں جو باتیں ابھر کر سامنے آتی ہیں ان کا خلاصہ
یہ ہے۔

۱۔ اس کہانی میں ہندوی پن (اردو) کی بڑی پابندی کی
گئی ہے۔
۲۔ اس میں گنوارو بولی یا بھاکا پن سے گریز کیا گیا ہے۔
۳۔ اس کی زبان کچھ ایسی ہے جس میں شرفا آپس میں گفتگو
کرتے ہیں۔
۴۔ اس پر کسی باہری زبان یعنی عربی، فارسی اور ترکی
وغیرہ کا پرتو نہیں ہے۔

۵۔ انشاؔ کو خود پر اتنا اعتماد ہے کہ وہ ایسی زبان میں نہایت آسانی سے کہانی لکھ سکیں گے جو مندرجہ بالا شرطوں کو پورا کر سکے۔

اس کے علاوہ انھوں نے اپنے قارئین سے کچھ اور وعدے بھی کیے ہیں۔

۱۔ وہ رائی کو پربت کر کے نہیں دکھائیں گے۔ یعنی بیجا مبالغہ آرائی سے گریز کریں گے اور جھوٹی سچی، بے سری اور بے ٹھکانے کی باتیں جو ناقابلِ یقین ہوں، ان سے دُور رہیں گے۔

۲۔ وہ کہانی میں سادگیِ زبان کے باوجود اپنے توسنِ فکر سے ایسے ایسے کرتب دکھائیں گے کہ پڑھنے والا محوِ حیرت ہو جائے۔

۳۔ وہ سادگی کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں رنگین بیانی بھی پیدا کرنے کی کوشش کریں گے اور ان کے حسنِ بیان سے یہ معلوم ہوگا گویا منھ سے پھول جھڑتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انشاؔ نے اپنے اوپر جو پابندیاں عاید کی تھیں اور جو ان کا نصب العین تھا، اس میں وہ بڑی

حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔

انشا نے اس کہانی کے سببِ تالیف میں "ہندوی" زبان میں کہانی لکھنے کے لیے کہا ہے۔ چنانچہ لفظ "ہندوی" سے موجودہ ہندی والوں کو غلط فہمی پیدا ہوتی ہے اور وہ "رانی کیتکی کی کہانی" کو ہندی نثر کے ارتقا کا ایک اہم نمونہ قرار دیتے ہیں۔ جہاں تک موجودہ ہندی کا سوال ہے یہ انیسویں صدی کے اوائل کی پیداوار ہے۔ جبکہ لفظ ہندوی یا ہندی دکنی اردو کے معنی میں مستعمل رہ چکا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اردو جس میں عربی و فارسی عنصر ہر اعتبار سے بہت غالب تھا وہ بھی زبان ہندوی یا ہندی کہلاتی تھی۔ چنانچہ یہاں انشا نے بھی لفظ ہندوی اردو زبان کے معنی میں استعمال کیا ہے۔

بھاکا پن یا گنوارو بولیوں سے انشا کی مراد علاقائی بولیاں تھیں، جیسے برج بھاشا یا اودھی اور جن کے اثرات اردو بولنے والے عوام کی زبان اور لہجے میں پائے جاتے تھے۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ شرفا کون تھے جو ایسی زبان استعمال کرتے تھے جیسی کہ اس کہانی میں استعمال ہوئی ہے۔

انشا کے نزدیک دہلی اور لکھنؤ کے صرف مخصوص لوگوں کی زبان مستند تھی۔ یہ مخصوص اور منتخب لوگ بھی اکثر مسلمان ہی تھے۔ اس لیے انشا نے جس "ہندوی" میں کہانی لکھنے کا خیال ظاہر کیا ہے، اس کے بولنے والے بھی درحقیقت وہ مسلمان شرفا تھے جنھیں انشا زبان کے لحاظ سے مستند و معتبر سمجھتے تھے۔

اس لیے میرے نزدیک لفظ "ہندوی" سے موجودہ ادبی ہندی مراد لینا کسی طرح بھی ٹھیک نہیں ہے دراصل یہ خالص اردو ہے، جسے انشا نے اپنے زمانے کے شرفا کی بول چال کی زبان سے بہت زیادہ قریب رکھا ہے۔

ہندی کے مشہور عالم رام چندر شکل نے اس کہانی پر نقد و تبصرہ کرتے ہوئے دبی زبان میں لکھا ہے کہ:۔

"انشا نے بھاکا پن اور معلیٰ پن دونوں کو دور رکھنے کی کوشش کی پر دوسری بلا کسی نہ کسی صورت کچھ لگی رہ گئی۔ جیسے

"سر جھکا کر ناک رگڑتا ہوں اس اپنے بنانے والے کے

سامنے جس نے ہم سب کو بنایا۔"

"اس سر جھکانے کے ساتھ ہی دن رات جپتا ہوں اس

اپنے داتا کے بھیجے ہوئے پیارے کو۔"

آگے لکھتے ہیں کہ فارسی کا انداز خاص طور سے بڑے بڑے جملوں میں آ ہی گیا ہے۔

"یہ چھٹی جو بیک بھری کنوز تک جا پہنچتی ہے۔"[1]

دوسری "بلا" یعنی معلیٰ پن کے اعتراف کے باوجود "رانی کیتکی کی کہانی" کو ہندی نثر کا نمونہ کہنا کسی طرح بھی درست اور مناسب نہیں قرار دیا جاسکتا۔

کچھ اور باتوں سے بھی اس کہانی کا اردو ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً اس کے شروع میں حمد، نعت اور منقبت ہے جو اردو نظم و نثر کی پرانی کتابوں کا عام قاعدہ ہے۔

اس میں جتنے اشعار اور نظمیں ہیں وہ ایک جگہ کے علاوہ باقی سب اردو ہیں اور ان کی بحر فارسی ہے۔

اس میں متعدد الفاظ، محاورات و مصطلحات ایسے استعمال

---

[1] ہندی ساہتیہ کا اتہاس، صفحہ ۴۳۳۔

کیے گئے ہیں جو صرف قلعۂ معلی اور بیگمات لکھنؤ استعمال کرتی تھیں اور جن کا استعمال آج کی ہندی میں بھی نہیں ملتا۔

پھر ہندی میں ایسا تجربہ کوئی معنی نہیں رکھتا جس میں عربی، فارسی اور ترکی الفاظ سے پرہیز کیا جائے۔ ہندی میں اس قسم کی کتاب بڑی آسانی سے لکھی جاسکتی ہے جس میں بدیسی الفاظ بالکل نہ آنے پائیں۔

اس کے علاوہ زبان کی بندشوں، نحوی ترکیبوں، ترتیب الفاظ اور افعال، صفات، روابط اور ضمائر کے استعمال میں بھی یہ کہانی اپنے عہد کی اردو نثر کے عین مطابق ہے۔ لہذا یہ تمام دلائل اور شواہد ثابت کرتے ہیں کہ "رانی کیتکی کی کہانی" اپنے زمانے کی نثر کا ایک اچھا نمونہ ہے اور محض اس میں عربی، فارسی اور ترکی الفاظ نہ ہونے، ہندستانی قصے، اور کچھ ٹھیٹھ ہندی الفاظ کے شمول کی بنا پر اسے ہندی نہیں قرار دیا جاسکتا۔

(۳)

قصے کا خلاصہ یہ ہے:-

کسی دیش کا ایک راجا تھا جس کا نام سورج بھان

تھا۔ اس کا بیٹا کنور اودے بھان ایک دن شکار کھیلنے کے لیے جنگل کی طرف نکل گیا۔ وہاں ایک ہرنی کو دیکھ کر اس کا جی لوٹ پوٹ ہوگیا۔ اس نے ہرنی کا تعاقب کیا۔ لیکن راستہ بھول گیا اور بھوکا پیاسا سہارے کی تلاش میں ایک آم کے باغ میں جا نکلا۔ وہاں چالیس پچاس لڑکیاں جھولا ڈالے جھول رہی تھی۔ ان میں راجا جگت پرکاس کی خوبصورت بیٹی رانی کیتکی بھی تھی۔ دونوں ایک دوسرے پر عاشق ہوگئے۔ مدن بان رانی کیتکی کی سہیلی اور ہمراز تھی۔ اس کے کہنے سے دونوں نے اپنی اپنی انگوٹھی ایک دوسرے سے بدل لی۔

کنور واپس آیا تو اس کی حالت کیتکی کے عشق میں خراب ہوگئی۔ آخرش اس کی خبر کنور کے ماں باپ کو ہوئی۔ انھوں نے ایک برہمن کے ذریعہ شادی کا پیغام بھیجا۔ مگر لڑکی والوں نے اس پیغام کو بڑی حقارت سے رد کردیا۔ اس بات پر دونوں راجاؤں میں جنگ چھڑ جاتی ہے۔ مگر دونوں معصوم چاہنے والے اس پر بھی ایک دوسرے کو چاہتے رہتے ہیں۔ اور لڑائی کے دنوں میں ایک مالن پھول کلی

کے ذریعہ پیمان محبت کی تجدید کرتے رہتے ہیں۔ آخر کنور چپکے سے بھاگ چلنے کے لیے اصرار کرتا ہے مگر رانی کیتکی کی غیرت اسے قبول نہیں کرتی۔

رانی کیتکی کا باپ، سورج بھان کی فوج کا مقابلہ نہیں کرپاتا اس لیے اپنے گرو مہندر گر کو بلا بھیجتا ہے۔ گرو جی غصے میں اپنے نوے لاکھ چیلوں کے ساتھ آکر اپنے علم کے زور سے سورج بھان کو شکست دے کر کنور اودے بھان اور اس کے ماں باپ کو ہرن ہرنی بنا دیتا ہے اور چلتے وقت راجا جگت پرکاس کو ایک بگھمبر اور بھبھوت دے کر ہدایت کرتا ہے کہ اگر میری پھر ضرورت ہو تو کھال میں سے ایک بال نکال کر جلا دینا میں فوراً پہنچ جاؤں گا۔

ایک دن رانی کیتکی شورشِ عشق سے بیقرار ہو، اپنی آنکھوں میں بھبھوت لگاکر اودے بھان کی تلاش میں نکل کھڑی ہوتی ہے۔ مدن بان کو جب اس کی خبر ہوتی ہے تو اپنی سہیلی کی کھوج میں نکل جاتی ہے۔ ادھر راجا جگت پرکاس اپنی بیٹی کی جدائی میں بہت بیقرار ہوتا ہے اور ایک دن وہ بھی اسے ڈھونڈنے کے لیے گھر سے

نکل جاتا ہے۔ لیکن جب کامیابی نہیں ہوتی تو پھر وہ گرو ہندر گر کی خدمات حاصل کرتا ہے۔ گرو آتا ہے اور راجا اندر کی مدد سے رانی کیتکی کو ڈھونڈ نکالتا ہے آخر انہیں دونوں کے بیچ میں پڑنے سے رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی شادی بڑی دھوم دھام کے ساتھ ہو جاتی ہے اور سب ہنسی خوشی رہنے سہنے لگتے ہیں۔

یہ ہے وہ معصوم چاہنے والوں کی پرخلوص محبت کی مختصر سی داستان جس کا پلاٹ قدیم سنسکرت اور فارسی داستانوں کے اجزا سے تیار کیا گیا ہے اور قصّے کو طول دینے کے لیے معمولی سا فوق الفطرت عنصر بھی شامل کر دیا گیا ہے مگر اس میں دیوؤں، پریوں اور جادوگروں کے بجائے ایک جوگی ہندر گر اور اس کے ساتھی نظر آتے ہیں جو کیلاش پہاڑ پر رہتے ہیں۔ یہ آدمی کو ہرن بنانے ایسا بھبھوت جسے آنکھوں میں لگانے سے دوسروں کو نظر نہ آئیں اور ہوا پر اڑنے کی فوق الفطرت طاقتیں رکھتے ہیں۔ لیکن انشآ نے اپنے تیز مشاہدے اور زورِ تخیل سے سارے واقعات کو ربط و تسلسل کے ساتھ اس خوبی

سے بیان کیا ہے کہ زبان کے قیود کے باوجود قصے کی دلچسپی شروع سے آخر تک قائم رہتی ہے۔

(۴)

انشا کو زبان و بیان پر بڑی قدرت حاصل تھی۔ اس لیے وہ اپنی نثر میں ہر قسم کے واقعات، مناظر، مکانوں کی آرایش، سازو سامان کی تفصیل، شادی بیاہ کی رسموں، مکالموں، ظاہری و باطنی کیفیات، احساسات و جذبات کو سادہ، موثر اور منتخب الفاظ کے ذریعہ منتقل کرنے پر قادر تھے۔ چنانچہ رانی کیتکی کے فراق میں کنور کی خستہ حالی اور پریشانی کا نقشہ انھوں نے جس خوبی سے کھینچا ہے اس کی مثال انیسویں صدی کے اوائل کی اردو نثر میں مشکل سے ملے گی۔

"کنور جی کا روپ کیا کہوں، کچھ کہنے میں نہیں آتا، نہ کھانا، نہ پینا نہ لگ چلنا، نہ کسی سے کچھ کہنا نہ سننا، جس دھیان میں تھے اسی میں گھلتے رہنا۔ اور گھڑی گھڑی کچھ سوچ سوچ کے سر دھنتا۔"

کیتکی بھولی بھالی راجکماری ہے جو کنور کو پہلی ہی نظر

میں اپنا دل دے بیٹھتی ہے۔ رفتہ رفتہ کیتکی کے دل کی بیتابی بڑھتی ہے تو مجبور ہوکر وہ رات کو اپنی ہمراز سہیلی مدن بان کو جگاتی ہے اور اس سے اپنی دل گرفتگی کا حال بیان کرکے کنور کے پاس چلنے کے لیے اصرار کرتی ہے۔ اس واقعہ کو انشاؔ کے الفاظ میں سنیے:

"اری او، تونے کچھ سنا بھی! میرا جی اُس پر آگیا اور کسی ڈول سے نہیں تھم سکتا، تو سب میرے بھیدوں کو جانتی ہے۔ اب جو ہونی ہے سو ہو، سر رہتا رہے یا جاتا جائے، میں اس کے پاس جاتی ہوں۔ تو میرے ساتھ چل، پر تیرے پاؤں پڑتی ہوں، کوئی سننے نہ پاوے۔ اری یہ میرا جوڑا میرے اور اس کے بنانے والے نے ملا دیا۔ میں اسی لیے جیسے ان امریوں میں آئی تھی۔"

دن بھر کا تھکا ہارا اودے بھان جب باغ میں پہنچتا ہے تو وہاں اسے کچھ خوبصورت لڑکیاں جھولا جھولتی دکھائی دیتی ہیں۔ ان میں رانی کیتکی بھی ہوتی ہے۔ لڑکیاں نووارد کو دیکھ کر ٹھٹکتی ہیں پھر کنور سے دکھائی

اور بے مروتی کی باتیں کرتی ہیں۔ جواب میں کنور جس عاجزی اور انکساری کا مظاہرہ کرتا ہے اس میں ایک بے کس مسافر کے جذبات و احساسات کی بڑی مشاقی سے ترجمانی کی گئی ہے۔

"اتنی رکھائیاں نہ کیجئے، میں سارے دن کا تھکا
ہوا، ایک پیڑ کی چھانہہ میں اس کا بچاؤ کرکے
پڑ رہوں گا۔ بڑے تڑکے، دھندلکے میں اٹھ کر جدھر
کو منھ پڑے گا، چلا جاؤں گا۔ کچھ کسی کا لیتا دیتا
نہیں"

کنتکی کو مسافر کی بے بسی پر رحم آجاتا ہے اور وہ اپنی سہیلیوں کو مخاطب کرکے کہتی ہے۔

"ہاں جی، بولیاں ٹھولیاں نہ مارو ــــ ان کو کہہ دو،
جہاں جی چاہے اپنے پڑ رہیں اور جو کچھ کھانے
پینے کو مانگیں سو انھیں پہنچا دو۔ گھر آئے کو کسی
نے آج تک مار نہیں ڈالا ہے"

کنور کی شادی کا پیغام ایک برہمن کے ذریعہ بھیجا جاتا ہے، لیکن کینتکی کے ماں باپ اسے بڑی حقارت سے

ٹھکرا دیتے ہیں۔ اس پر دونوں راجاؤں میں لڑائی چھڑ جاتی ہے۔ آخر اودے بھان اپنے جذبات سے مغلوب ہوکر کیتکی کو ایک خط میں بھاگ چلنے کے لیے لکھتا ہے۔ لیکن کیتکی کی غیرت و شرم اسے کسی طرح گوارہ نہیں کرتی۔ وہ کنور کو جواب میں اپنے جذبات و احساسات سے آگاہ کرتے ہوئے لکھتی ہے۔

"اے میرے جی کے گاہک۔۔ جو تو مجھے بوٹی بوٹی کر چیل کوؤں کو دے ڈالے، تو بھی میری آنکھوں چین اور کلیجے سکھ ہووے۔ پر یہ بات بھاگ چلنے کی اچھی نہیں۔ اس میں ایک باپ دادے کو چٹ لگ جاتی ہے۔ اور جب تک ماں باپ جیسا کچھ ہوتا چلا آیا ہے اسی ڈول سے بیٹے بیٹی کو کسی پر پٹک نہ ماریں اور سر سے کسی کے چپیک نہ دیں، تب تک یہ ایک جی تو کیا جو کروڑ جی جاتے رہیں پر بھاگنے کی کوئی بات ہمیں تو رچتی نہیں ہے"

انشا نے کہانی میں بعض مقامات پر چھوٹے چھوٹے شگفتہ جملوں اور دل نشین فقروں میں اتنی معنویت

بھردی ہے کہ جو بات ایک جملے یا فقرے سے ادا ہوجاتی ہے وہ بڑی بڑی عبارتوں سے بھی مشکل سے ہوگی شلاً کہا جاتا ہے کہ اللہ نے لفظ کُن سے ساری کائنات کو خلق کیا۔ انشاؔ نے اس پیچیدہ خیال کو یوں ادا کیا ہے۔

"اور بات کی بات میں وہ کر دکھایا جس کا بھید
کسی نے نہ پایا"

مشہور حدیث قُدسی ہے۔ لولاک لما خلقتُ الافلاک (یعنی اگر نہ ہوتے آپ اے محمدؐ تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔)

انشاؔ نے اس حدیث کے مفہوم کو اپنی لفظوں میں یوں پیش کیا ہے۔

"جو تو نہ ہوتا، میں کچھ نہ بناتا"

کہانی کی زبان اور اس کے آغاز کے بارے میں لکھا ہے۔

"کہانی کے جوبن کا ابھار اور بول چال کی دُلھن
کا سنگار"

کنور اودے بھان کے حُسن کی تعریف یوں بیان کی ہے۔

"سچ مچ اس کے جوبن کی جوت میں سورج کی
ایک سوت آلی تھی"

اس جملے سے جمالیاتی ذوق کی جس طرح تسکین ہوتی ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ کیتکی جب پہلی بار کنور سے ملتی ہے تو دونوں ایک دوسرے کو چاہنے لگتے ہیں۔ کیتکی رات کو اپنی ہمراز سہیلی مدن بان سے اپنے دل کی کیفیت بیان کرتی ہے۔ پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر وہاں آپہنچتی ہے جہاں کنور اودے بھان، کیتکی کی یاد میں تڑپ رہا تھا۔ مدن بان آگے بڑھ کر کنور سے کہتی ہے۔

"تمھیں اکیلا جان کے رانی آپ آئی ہیں"

یہ جملہ نہیں پورا ایک ڈرامہ ہے۔

آپس میں بات چیت ہوتی ہے۔ پہلے مدن بان اپنی سہیلی کا تعارف کراتی ہے پھر کنور سے بڑی سادگی اور بھولے پن سے پوچھتی ہے۔

"اب تم اپنی کہانی کہو، جو تم کس دیس کے کون ہو"

دیکھیے انداز بیان کتنا سادہ اور فطری ہے۔

کنور اودے بھان اپنے ماں باپ کو اپنی محبت کی مختصر سی رُوداد لکھتا ہے۔ اسی رُوداد میں ایک منظر یوں بیان کرتا ہے۔

"ان امریوں کا پتا پتا میرے جی کا گاہک ہوا"

جب دونوں راجاؤں میں لڑائی چھڑ جاتی ہے تو کیتکی ساون بھادوں کی طرح روتی ہے اور اپنے دل سے یوں باتیں کرتی ہے۔

"یہ کیسی چاہت ہے جس میں لوہو برسنے لگا اور اچھی باتوں کو جی ترسنے لگا"

کنور کے خط کے جواب میں کیتکی لکھتی ہے۔

"اے میرے جی کے گاہک"

'جی کا گاہک' کی معنویت حسن سے معمور ہے۔

رانی کیتکی کا باپ اپنی برتری کا اظہار کس شان سے کرتا ہے۔

"جس کے ماتھے ہم بائیں پاؤں کے انگوٹھے سے ٹیکا لگادیں وہ مہاراجوں کا راجا ہوجائے۔ کس کا

منھ جو یہ بات ہمارے منھ پر لائے۔"
انشا نے ان چھوٹے چھوٹے جملوں میں سادگی الفاظ کے باوجود جو معنویت اور ادبی شان پیدا کی ہے اس پر فارسی آمیز اسلوب کی ہزاروں رنگینیاں قربان ہیں۔

(۵)

انشا کو زبان و بیان پر جو مہارت حاصل تھی اس کا مکمل اظہار ان کے مکالموں کے ذریعہ ہوتا ہے۔ انشا نے اپنے مکالمے بول چال کی صاف ستھری اور با محاورہ زبان میں لکھتے ہیں جو سلاست، روانی اور برجستگی کی خوبیوں سے مزّین ہیں۔ مکالمہ نگاری کا جو پختہ انداز رانی کیتکی کی کہانی میں ملتا ہے وہ اس سے قبل کی اردو نثر میں تقریباً مفقود ہے۔ رانی کیتکی جب پہلی بار کنور سے ملتی ہے تو دونوں ایک دوسرے کو چاہنے لگتے ہیں، رات کو کیتکی مدن بان کو جگاکر اس سے اپنے عشق کی کیفیت بیان کرتی ہے۔ اس موقع پر مدن بان سے رانی کیتکی کی گفتگو انشا کی مکالمہ نگاری کا بہترین نمونہ ہے۔

"اری او، تو نے کچھ سُنا بھی! میرا جی اس پر آگیا اور کسی ڈول سے نہیں تھم سکتا، تو سب میرے بھیدوں کو جانتی ہے۔ اب جو ہونی ہے سو ہو، سر رہتا رہے یا جاتا جائے، میں اس کے پاس جاتی ہوں۔ تو میرے ساتھ چل، پر تیرے پاؤں پڑتی ہوں، کوئی سننے نہ پاوے۔ اری یہ میرا جوڑا میرے اور اس کے بنانے والے نے ملا دیا۔ میں اسی لیے جیسے ان امریوں میں آئی تھی"۔

شادی کے موقع پر کیتکی اور مدن بان کی پُرلطف نوک جھونک اور فقرے بازی بھی انشا کی مکالمہ نویسی کی عمدہ مثال ہے۔

"مدن بان رانی کیتکی سے ٹھٹھولی کر کے بولی۔ "لیجیے اب سُکھ سمیٹیے بھر بھر جھولی، سر نہوڑائے کیا بیٹھی ہو، آؤ نہ ٹک ہم تم مل کے جھروکوں سے انھیں جھانکیں"۔

رانی کیتکی نے کہا "اری ایسی نلج باتیں ہم سے نہ کر، ایسی ہمیں کیا پڑی جو اس گھڑی ایسی لڑکی کرکے کھیل

کر، ریل پیل کر، ابٹن اور تیل پھلیل میں بھری ہوئی
ان کے جھانکنے کو جا کھڑی ہوں۔"

رانی کیتکی مانجھے کا جوڑا پہنے دلہن بنی خاموش بیٹھی ہے۔ اس وقت مدن بان پیار سے اپنی سہیلی کیتکی کے تلوے سہلانے لگتی ہے۔ گدگدی کے اثر سے کیتکی اپنا پاؤں ایک ہلکے سے جھٹکے کے ساتھ سمیٹ لیتی ہے۔ اس پر مدن بان فوراً ایک چست فقرہ کستی ہے۔

"مدن بان — میرے ہاتھ کے ٹھوکے سے وہی پاؤں کا
چھالا دکھ گیا ہوگا جو ہرنوں کی ڈھونڈھا ڈھونڈھ میں
پڑ گیا تھا۔"

ایسی دکھتی چٹکی کی چوٹ سے موس کر رانی کیتکی نے
کہا: کانٹا اڑا تو اڑا اور چھالا پڑا تو پڑا پر نگوڑی تو
کیوں میری پنچھالا ہوئی۔"

انشا نے اپنے مکالموں کے ذریعہ کرداروں کی سیرت کا تجزیہ بھی بڑی خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ کیا ہے۔ کنور کے ہرن بنائے جانے کے بعد رانی کیتکی اس کی تلاش میں نکلنا چاہتی ہے، تو اس کی ہوشیار اور وفادار سہیلی

مدن بان ایک دنیادار کی طرح کیتکی کو طرح طرح سے سمجھاتی ہے اور اسے کمسنی کی ناتجربہ کاری اور جلد بازی سے باز رکھنے کی امکانی کوشش کرتی ہے، اس موقع پر کیتکی اور مدن بان کی دُو بدُو گفتگو ملاحظہ ہو:

"ایک رات رانی کیتکی اسی دھیان میں اپنی مدن بان سے یوں بول اٹھی ــــ۔

"اب میں نگوڑی لاج سے کٹ کرتی ہوں تو میرا ساتھ دے۔"

مدن بان نے کہا ــ "کیوں کر"؟

رانی کیتکی نے وہ بھبھوت کا لینا اسے بتایا اور یہ سُنایا "سب یہ آنکھ مچول کی جھلیں میں نے اسی دن کے لیے کر رکھی تھیں۔"

مدن بان کہنے لگی ــ "میرا کلیجا تھرتھرانے لگا، اری یہ مانا تم اپنی آنکھوں میں اُس بھبھوت کا انجن کرلو گی اور میرے بھی لگا دوگی تو ہمیں تمھیں کوئی نہ دیکھے گا اور ہم تم سب کو دیکھیں گے، پر ایسے ہم کہاں کے جی چلے ہیں جو بن ساتھ، جوبن لیے، بن بن میں

پڑے بھٹکا کریں اور ہرنوں کے سینگوں میں دونوں ہاتھ ڈال کے لٹکا کریں اور جس کے لیے یہ سب کچھ ہو، سو وہ کہاں ؟۔ اور ہووے تو کیا جانے جو یہ رانی کیتکی جی اور یہ مدن بان نگوڑی بُچی کھوٹی ان کی سہیلی ہے۔ چولھے اور بھاڑ میں جائے یہ چاہت جس کے لیے آپ کو ماں باپ، راج پاٹ، سُکھ نیند، لاج کو چھوڑ کر، ندّی کی کچھاڑوں میں پھرنا پڑے، سو بھی بے ڈول۔ جو وہ اپنے روپ میں ہوتے تو بھلا تھوڑا بہت کچھ آسرا تھا۔ ناجی یہ تو ہم سے نہ ہو سکے گا۔ جو مہاراج جگت پرکاس اور مہارانی کام لتا کا ہم جان بوجھ کر گھر اجاڑیں اور بہکا کے ان کی بیٹی جو اکلوتی لاڈلی ہے، اس کو لے جاویں اور جہاں تہاں اسے بھٹکا دیں اور بناسپتی کھلادیں اور اپنے چونڈے کو ہلا دیں ـــــ۔ اے جی اس دن تمھیں یہ بُوجھ نہ آئی تھی جب تمھارے اور اس کے ماں باپ میں لڑائی ہو رہی تھی اور ان نے اس مالن کے ہاتھ تمھیں لکھ بھیجا تھا۔ جو مجھے اپنے پاس بلالو۔ مہاراجوں کو

آپس میں لڑنے دو۔ جو ہونی ہو سو ہو، ہم تم مل کے کسی دیس کو نکل چلیں۔ تب تو اپنے منھ کی بیک سے اس کی چھٹی کی پیٹھ پر جو لکھا تھا سو کیا بھول گئی۔ اس دن نہ سمجھی۔ تب تو وہ تاؤ بھاؤ دکھایا تھا اب جو وہ کنور اودے بھان اور ان کے ماں باپ تینوں جنے ہرن ہرنی بنے ہوئے کیا جانے کدھر ہونگے۔ ان کے دھیان پر وہ کر بیٹھے جو کسی نے تمھارے گھرانے بھر میں نہیں کی۔ اچّھی نہیں۔ اس بات پر ماٹی ڈال دو نہیں تو بہت پچھتاؤ گی، اور اپنا کیا پاؤ گی۔ مجھ سے تو کچھ ہو نہ سکے گا۔ تمھاری جو کچھ اچّھی بات ہوتی تو جیتے جی میرے منھ سے نہ نکلتی۔ پر یہ بات میرے پیٹ میں نہیں پچ سکتی۔ تم ابھی الھڑ ہو، تم نے ابھی کچھ دیکھا نہیں، جو اس بات پر ٹھیک سچ مچ ڈھلتا دیکھوں گی تو تمھارے ماں باپ سے کہہ کر وہ بھبھوت جو موا نگوڑا، بھوت، مچھندر کا پوت ابدھوت دے گیا ہے، ہاتھ مڑوڑوا کے چھنوا لوں گی۔"

رانی کیتکی نے یہ دکھائیاں مدن بان کی سن کر، ہنس کے ٹال دیا اور کہا "جس کا جی ہاتھ میں نہ ہو، اسے ایسی لاکھوں سوجھتی ہیں۔ پر کہنے اور کرنے میں بہت سا پھیر ہے، یہ بھلا کوئی اندھیر ہے۔ جو ماں باپ، راج پاٹ، لاج کو چھوڑ کر ہرنوں کے پیچھے پڑی دوڑتی کرچھالیں مارتی پھروں، پر اری تو نری باولی چڑیا ہے، جو تو نے یہ بات ٹھیک ٹھاک جان لی اور مجھ سے لڑنے لگی۔"

غرض کہ سادہ، شگفتہ اور بامحاورہ زبان میں برجستہ اور پرلطف مکالموں نے انشا کی نثر کا حسن دوبالا کر دیا ہے۔

(۶)

اردو کی ابتدائی نثر کے جو ادبی نمونے اب تک دریافت ہوئے ہیں ان کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ فارسی انشا پردازی سے متاثر ہو کر مسجع و مقفیٰ عبارت لکھنا اردو نثر کی ایک عام خصوصیت تھی۔ چنانچہ "رانی کیتکی کی کہانی" کے سادہ اسلوب میں بھی کہیں کہیں اپنے عہد کی ادبی نثر کی ترجمانی ملتی ہے۔

قافیہ پیمائی: "اپنے ملنے والوں میں سے ایک کوئی بڑے،
پڑھے، لکھے، پر لنے، دھرانے، ڈاگ، بوڑھے گھاگ،
یہ کھٹراگ لائے۔ سر ہلاکر، منہ تھتھاکر، ناک بھوں
چڑھاکر، آنکھیں پھراکر، لگے کہنے "
"ڈومنیوں کے روپ میں سانگیاں بھیڑ بھیڑ سوہیلے
گاؤ، دونوں ہاتھ ہلاؤ، انگلیاں نچاؤ، جو کسی نے نہ
سُنے ہوں وہ تاؤ بھاؤ، آؤ جاؤ، راؤ چاؤ دکھاؤ۔
ٹھُڈیاں کپکپاؤ اور ناک بھویں تان تمان بھاؤ بتاؤ، کوئی
گھُٹ کر رہ نہ جاؤ"

بعض جگہ عبارت میں قافیوں سے ترنم پیدا کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔

"وہ دونوں بھوؤں کی کھنچاوٹ اور پُتلیوں میں لاج کی
سماوٹ اور نکیلی پلکوں کی رُنداہٹ اور ہنسی کی لگاوٹ،
دنتڑیوں میں مِسّی کی اداہٹ اور اتنی سی بات پہ
رُکاوٹ سے....."

رعایتِ لفظی: "یہ کَل کا پُتلا جو اپنے اس کھلاڑی کی سُدھ

رکھے تو کھٹائی میں کیوں پڑے، اور کڑوا کسیلا کیوں ہو۔ اس پھل کی مٹھائی چکھے جو بڑوں سے بڑے اگلوں نے چکھی ہے۔"

"جتنا بھبھوت ہے، تو اپنے پاس رکھ، ہم کیا اس راکھ کو چولھے میں ڈالیں گے؟"

عبارت آرائی: جو میرے داتا نے چاہا تو وہ تاؤ بھاؤ، اور آؤ جاؤ اور کود پھاند اور لپٹ جھپٹ دکھاؤں جو دیکھتے ہی آپ کے دھیان کا گھوڑا، جو بجلی سے بھی بہت چنچل، اچپلاہٹ میں ہے، ہرنوں کے روپ میں اپنی چوکڑی بھول جائے۔"

(۷)

زبان و بیان کے علاوہ انشا نے اپنی تمام تر توجہ قصّہ گوئی پر صرف کی ہے۔ اس لیے وہ کہانی میں پیچیدگی پیدا کرکے قاری کے ذہن کو اس کی اصل ڈگر سے ہٹا کر کسی اور سمت لے جانا پسند نہیں کرتے۔ انھوں نے سارا قصّہ فعل ماضی میں بیان کیا ہے، لیکن وہ قصّہ

بیان کرتے کرتے قاری کے ذہن کو ماضی سے حال کی طرف اس خوبی سے لے آتے ہیں کہ سننے والے کو کسی بھی تبدیلی کا کوئی احساس نہیں ہوتا اور قصہ نہایت ربط و تنظیم کے ساتھ آگے بڑھتا رہتا ہے۔ مثلاً کنور اودے بھان "پڑا پڑا اپنے جی سے باتیں کر رہا تھا، اتنے میں کیا ہوتا ہے جو رات سائیں سائیں بولنے لگتی ہے اور ساتھ والیاں سب سو سو رہتی ہیں۔ رانی کیتکی اپنی سہیلی مدن بان کو جگا کر یوں کہتی ہے"

"بس یہاں کی یہیں رہنے دو، پھر سنو"

"راجا جگت پرکاس اور رانی کام لتا جس پہاڑ پر بیٹھے ہوئے تھے، وہاں جھٹ سے آدیس کرکے آکھڑی ہوتی ہے اور کہتی ہے "لیجیے آپ کا گھر نئے سر سے بسا۔ اور اچھے دن آئے۔ رانی کیتکی کا ایک بال بھی بیکا نہیں ہوا۔ انھیں کے ہاتھ کی یہ چٹھی لائی

ہوں۔"

"یہاں کی بات اور چہلیں جو کچھ ہیں سو یہیں رہنے دو، اب آگے یہ سنو۔"

(۸)

انشا نے داستان میں زیادہ سے زیادہ حسن اور دلکشی پیدا کرنے کے خیال سے اس میں جا بجا اشعار بھی چسپاں کیے ہیں۔ لیکن یہاں بھی دوسری چیزوں کی طرح توازن اور اعتدال سے کام لیا ہے۔ ان میں بعض اچھے شعر بھی ملتے ہیں جن میں گھلاوٹ، نرمی اور بلا کا رس ہے ہے

چاہ کے ہاتھوں کسی کو سکھ نہیں ہے بھلا وہ کون جس کو دکھ نہیں

آتیاں جاتیاں جو سانسیں ہیں اس کے بن دھیان سب یہ پھانسیں ہیں

چاہ کے ڈوبے ہوئے اے میرے داتا سب تریں
دن پھرے جیسے انھوں کے ویسے سب کے دن پھریں

ایک جگہ مثنوی کے ۱۹ شعروں میں رانی کیتکی کی خستہ حالی نہایت پُراثر الفاظ میں بیان کی ہے سہ

رانی کو بہت سی بے کلی تھی — کب سوجھتی کچھ بری بھلی تھی
چپکے چپکے کراہتی تھی — جینا اپنا نہ چاہتی تھی
کہتی تھی کبھی اری مدن بان — ہے آٹھ پہر مجھے وہی دھیان
یاں پیاس کسے بھلا کسے بھوکھ — دیکھوں ہوں وہی ہرے ہرے روکھ
کیونکر انھیں بھولوں کیا کروں میں — ماں باپ سے کب تلک ڈروں میں

(۹)

انشا نے اس مختصر سی داستان میں کردار نگاری کا حق ادا کردیا ہے۔ داستان میں چند کردار ہیں جو کہانی کے گرد گھومتے ہیں۔ سورج بھان، کنور اودے بھان، راجا جگت پرکاش، لچھمی باس، راجا اندر، گرو جہندرگر، رانی کیتکی، پھول کلی اور مدن بان وغیرہ۔ لیکن ان میں کنور اودے بھان، رانی کیتکی اور مدن بان کے علاوہ بقیہ تمام کردار غیر اہم ہیں۔

کنور اودے بھان جو داستان کا ہیرو ہے۔ ایک سادہ لوح اور بھول قسم کا خوبصورت نوجوان ہے۔ اس کے

کردار میں کوئی خاص بات نہیں۔ عشق میں مبتلا ہونے کے بعد وہ سوزِ عشق سے بیچین رہتا ہے۔ لیکن اپنی محبوبہ کو حاصل کرنے کے لیے کوئی عملی تدبیر نہیں کرتا۔ اس کے ماں باپ جب اس سے کہتے ہیں کہ وہ اپنا حال لکھ کر بھیج دے تو بھولے بھالے راجکماروں کی طرح نہایت سادگی کے ساتھ کہتا ہے " اچھا آپ سدھارئیے میں لکھ بھیجتا ہوں۔ یہ میرے اس لکھے کو میرے منھ پر کسی ڈھب سے نہ لانا۔ نہیں تو میں لجاؤں گا۔ اسی لیے میں مارے لاج کے، کچھ بات ہوکے بڑا تھا۔ اور آپ سے کچھ نہ کہتا تھا۔"

پھر جب دونوں راجاؤں میں جنگ چھڑ جاتی ہے تو صرف ایک بار وہ کیتکی کو بھاگ چلنے کے لیے لکھتا ہے۔ لیکن جب کیتکی اپنے خط کے ذریعہ اسے غیرت دلاتی ہے تو پھر وہ مطمئن ہوکر خاموش ہوجاتا ہے۔ بہرحال واقعات کے ردّعمل سے اس میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوتی۔

رانی کیتکی قصّے کی ہیروئن ہے۔ جو خوبصورت، وفادار،

باہمت، اور غیرت دار راجکماری ہے۔ اس کا کردار بہت جاندار اور بلند ہے۔ وہ زندگی میں سچّی اور حقیقی محبت کی قائل ہے۔ اس لیے جب کنور اودے بھان اسے اپنے خط میں بھاگ چلنے کے لیے لکھتا ہے تو وہ جذبات کی رَو میں بہہ جانے کے بجائے سُوجھ بُوجھ، اور عقل سے کام لیتی ہے۔ اور ماں باپ اور خاندان کی عزّت کا خیال کرتے ہوئے اپنے محبوب کی بات کو بڑی خوبصورتی سے ٹال جاتی ہے۔ لیکن جب کنور مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے اور ہرن بنا دیا جاتا ہے تو وہ تڑپ اٹھتی ہے اور آنکھوں میں انجن لگا کر تلاشِ یار میں نکل کھڑی ہوتی ہے۔ غرض کہ اس طرح اپنی سچّی محبّت اور بلند ہمتی کا عملی ثبوت دے کر سب کو حیرت میں ڈال دیتی ہے۔

مدن بان داستان کا نہایت اہم، باعمل اور جاندار کردار ہے۔ اسے پیش کرنے میں انشا نے اپنی تمام فطری صلاحیتوں کا ثبوت دیا ہے۔ وہ بیک وقت شوخی، شرارت عقل و شعور، محبت و ایثار کا جیتا جاگتا مرقع ہے۔

جب کنور اور کیتکی ایک دوسرے کو چاہنے لگتے ہیں تو وہی ان دونوں کو انگوٹھی بدلنے کا مشورہ دیتی ہے۔ اور جب کنور ہرن بنا دیا جاتا ہے اور کیتکی اپنے محبوب کی تلاش میں نکلنا چاہتی ہے تو وہ ایک جہاں دیدہ اور دنیا دار کی مانند اپنی سہیلی کو مختلف طریقوں سے بار بار سمجھاتی ہے اور اس مہم سے باز رکھنے کی سعی کرتی ہے۔ مگر جب کیتکی نہیں مانتی اور چپ چاپ گھر سے نکل جاتی ہے تو وہ خاموش نہیں بیٹھتی، بلا سوچے سمجھے وہ اپنی سہیلی کے لیے گھر بار، عیش و آرام کو تج کر کیتکی کو تلاش کرتی ہے اور اس طرح دنیا کو اپنے عمل سے ایثار، وفا اور قربانی کا بیش بہا سبق دے جاتی ہے۔

(۱۰)

داستان کا آخری حصہ جشن شادی کی وسعت، اہتمام، آرائش اور رسوم وغیرہ کے بیانات پر مشتمل ہے۔ اس میں انشا نے اپنی پوری وجدانی اور جمالیاتی شان سے ہندوستانی زندگی اور ہندوستان کے کلچر کی

بہترین مصوّری کی ہے۔ راجا سورج بھان اپنی سلطنت کی بازیافت کے بعد کنور کی شادی کی تیاری کے لیے یوں احکام جاری کرتا ہے:

پہلے تو یہ چاہیے جن جن کی بیٹیاں بن بیاہیاں کنواریاں، بالیاں ہوں اُن سب کو اتنا کر دو جو اپنی اپنی جس جس چاہ چوچ سے چاہیں اپنی اپنی گُڑیاں سنوار کے اٹھادیں اور جب تلک جیتی رہیں ہمارے یہاں سے سب کی سب کھایا پیا، پکایا یا ریندھا کریں اور سب راج بھر کی بیٹیاں سدا سہاگنیں بنی رہیں اور سوہے راتے چُھٹ کبھی کوئی کچھ نہ پہنا کریں۔ اور سونے رُوپے کے کواڑ گنگا جمنی سب گھروں میں لگ جائیں اور سب کوٹھوں کے ماتھوں پر کیسر اور چندن کے ٹیکے لگے ہوں۔ اور جتنے پہاڑ ہمارے دیس میں ہوں اتنے ہی رُوپے سونے کے پہاڑ آمنے سامنے کھڑے ہو جائیں اور سب ڈانگوں کی چوٹیاں موتیوں کی مانگ سے بن مانگے تانگے بھر جائیں اور پھولوں کے گہنے اور بندن واروں سے

سب جھاڑ پہاڑ لدے پھندے رہیں اور اس راج سے لگا اُس راج تک ادھر میں چھت سی باندھ دو اور چپّا چپّا کہیں ایسا نہ رہے، جہاں بھیڑ بھڑکّا دُھوم دھڑکّا نہ ہو جائے ــــ پھول اتنے بہت سارے کھنڈ جائیں جو ندّیاں جیسے سچ مُچ پھُول کی بہتیاں ہیں یہ سمجھا جائے ـــــ اور یہ ڈول کر دو جدھر سے دولھا کو بیاہنے چڑھیں سب لاڑی اور ہیرے اور پکھراج کی مڑیاں ادھر اُدھر کنول کی ٹٹّیاں بن جائیں اور کیاریاں سی ہو جائیں، بن کے بیچوں بیچ سے ہو نکلیں اور کوئی ڈانگ اور پہاڑ تلے کا اُتار چڑھاؤ ایسا دکھائی نہ دے جس کی گود پنکھڑیوں اور پھُول اور پھلوں سے بھری بھنتولی نہ ہو۔

دوسری طرف راجا جگت پرکاس بھی اپنی بیٹی کیتکی کی شادی کی تیّاری میں مصروف ہو جاتا ہے۔ اس بیان میں انشا کو اپنے تخیّل کی بلند پروازی، قوتِ بیان اور ہندوستانی معاشرت کے جیتے جاگتے نمونے پیش کرنے کا ایک اور موقع ملا ہے۔ راجا جگت پرکاس کا اس مبارک

موقعے پر جاری کیا ہوا فرمان ملاحظہ ہو:۔

"گاؤں گاؤں میں آمنے سامنے تریولیے بنا بنا کے سوہی کپڑے ان پر لگا دو، اور گوٹے دھنک کی اور گوکھرو روپہلے سنہرے اور کرنیں اور ڈانک ٹانک ٹانک رکھو، اور جتنے بڑ، پیپل کے پرانے پرانے پیڑ جہاں جہاں ہوں ان پر گوٹے کے پھولوں کے سہرے بڑے بڑے ایسے جن میں سر سے لگا جڑ تلک ان کی ڈھلک اور جھلک پہنچے باندھ دو۔"

اور تین برس کا بیبا، سارے اس راجا کے راج بھر میں جو لوگ دیا کرتے تھے، جس جس ڈھب سے ہوا کھیتی باڑی کرکے، ہل جوت کے اور کپڑا لتّا بیچ کھونچ کے، سو سب ان کو چھوڑ دیا ـــــ اور کہا جو اپنے اپنے گھروں میں بناؤ کے ٹھاٹھ کریں اور جتنے راج بھر میں کنوئیں تھے، کھنڈ سالوں کی کھنڈ سالیں ان میں انڈیلی گئیں اور سارے بنوں اور پہاڑ تلیوں میں لالٹینوں کی جھم جھماہٹ راتوں کو دکھائی دینے لگی اور جتنی جھیلیں تھیں، ان سب میں کسنبھ

اور ٹیسو اور ہار سنگار پڑ گیا اور کیسری بھی تھوڑی تھوڑی گھلنے میں آگئی۔ اور پھٹکری سے لگا جڑ تلک جتنے جھاڑ جھنکاڑوں میں پتّے اور پتیّوں کے بندھے بچتے تھے، ان پر سُنہری روپہلی ڈانک گوند لگا لگا کر چپکا دی اور سبھوں کو کہہ دیا گیا جو بھوری پگڑی اور سوہے باگے بن کوئی کسی ڈول کسی روپ سے پھرے چلے نہیں اور جتنے گوئیّے، بجوئیے، بھانڈ، بھگتیے، ڈھاڑی، رہس دھاری اور سنگیت پر ناچنے والے تھے، سب کو کہہ دیا، جس جس گاؤں میں جہاں جہاں ہوں اپنے اپنے ٹھکانوں سے نکل کر اچھے اچھے بچھونے بچھاکر، گاتے بجاتے، دھومیں مچاتے کودتے رہا کریں۔"

اس کے بعد شادی کی رسموں کا آغاز ہوتا ہے۔ یہاں بھی انشا نے اپنے تخیّل کی گُل کاری اور تیز مشاہدے سے نہایت رنگین اور دل کش تصویریں پیش کی ہیں۔

"بیچوں بیچ ان سب گھروں کے ایک آرسی دھام بنایا تھا، جس کی چھت اور کواڑ اور آنگن میں آرسی

چھٹ کہیں لکڑی، اینٹ، پتھر کی پُٹ ایک انگلی کی پوری بھر نہ تھی۔۔۔۔

چاندنی کا جوڑا پہنے ہوئے، چودھویں رات جب گھڑی پھر ایک رہ گئی، تب رانی کیتکی سی دُلھن کو اسی آرسی بھون میں بیٹھا کر دولھا کو بلا بھیجا۔۔۔۔۔ کنور اودے بھان کنھیّا بنا ہوا، سر پر مُکٹ دھرے سہرا باندھے اسی تڑاوے اور جمگھٹ کے ساتھ چاند سا مکھڑا لیے جا پہنچا۔ جس جس ڈھب سے باھمن اور پنڈت اکہتے گئے اور جو جو مہاراجوں میں ریتیں چلی آتیاں تھیں، اسی ڈول سے اوسی رُوپ سے بھونری گٹھ جوڑا سب کچھ ہو لیا۔"

پھر دُلھن کی منھ دکھائی کی رسم شروع ہوتی ہے۔

"راجا اندر نے دُلھن کی منھ دکھائی میں ایک ہیرے کا اکڈال چھپر کھٹ اور ایک پیڑھی پکھراج کی دی اور ایک کام دھین گائے کی بچھیا بھی اس کے نیچے باندھ دی اور اکیس لونڈیاں انھیں اڑن کھٹولے والیوں سے چُن کے، اچھّی سے اچھّی ستھری، گاتی بجاتیاں

سیتی پروتیاں، سُگھڑ سے سُگھڑ سونپیں گی۔

چونکہ داستان کی پوری فضا ہندوستانی ہے۔ لہٰذا انشاؔ نے اسی مناسبت سے برات کے جلوس میں ہندو دیو مالا کا ذکر بھی کیا ہے اور کچھ، مچھ، باراہ، پرسرام، بادن روپ، ہرناکس، نرسنگھ، رام، لچھمن اور سیتا جی سے لے کر سری کرشن جی کا جنم ہونا، باسدیو کا انھیں گوکل لے جانے، مُرلی بجانے اور گوپیوں سے دھومیں مچانے تک کا ذکر کر دیا ہے۔ آخر میں اشیائے تمدّن کے ساتھ ساتھ مختلف اصطلاحوں وغیرہ کا ذکر بھی سنتے چلیے۔

آتش بازیوں کے نام۔ ہتھ پھول، پھلجھڑی، جاہی، جوہیاں، کدم، گیندا، چنبیلی۔

آلاتِ موسیقی۔ مردنگ، بین، جلترنگ، منھ چنگ، تبلے، کٹ تال، سارنگی۔

اہلِ طرب۔ رام جنیاں، کنچنیاں، ڈومنیاں، گویّے، بجویّے، بھانڈ، بھگتیے، ڈھاڑی، رہس دھاری، سنگیت رنا چنے والے۔

جلسے کی قسمیں۔ سانگ، سنگیت، بھنڈ تال، رہس۔

راگ راگنیاں۔ ایمن کلیان، سدھ کلیان، جھنجوٹی، کانہڑا، کھمّاچ

سوہنی، پرج، بھاگ، سورٹھ، کالنگڑا، بھیردی، کھٹ، للت۔ بحری سواریاں۔ نواڑیے، بجولیے، بجرے، لچکّے، مور پنکھی، سونا مکھی، سیام سُندر، رام سُندر۔

(۱۱)

انشا زبان اُردو کے زبردست ماہر تھے۔ زبان کے ارتقا اور اس کی آئندہ روش پر ان کی گہری نظر تھی۔ چنانچہ اُردو کے مزاج کے مطابق "رانی کیتکی کی کہانی" کے ذریعہ وہ اُردو داں حلقے کو ہندی کے سہل اور عام فہم الفاظ، تشبیہات، استعارات اور تلمیحات سے روشناس کرا کے اردو کو فروغ دینا چاہتے تھے۔ لیکن اسی زمانے میں لکھنؤ والوں نے اصلاح زبان کے شوق میں بہت سے ہندی کے ایسے سُبک، سادہ اور رسیلے الفاظ جو اردو کے مزاج سے قطعی ہم آہنگ تھے، رفتہ رفتہ متروک قرار دے دیے۔ مثال کے طور پر یہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔

اکرط تکرط۔ آنند۔ اچنبھا اکٹ۔ باسن۔ پٹ۔ بچھالا۔ تلپٹ۔ تڑادے۔ دھڑکا۔ داتا۔ دھن بھاگ۔ گاتی۔ بھیٹے مٹھ۔ جوت۔ چیت چاہی۔ چاہ۔ رچ۔ رچاوٹ۔ سُرت۔ سُبکنا۔ سماوٹ۔ گھر گھاٹ۔ سیجوٹی۔ سرجوٹ۔ گوٹ۔ ناہ نوہ۔ نک نہ دھک۔ بجر بجر۔

ان میں بیشتر الفاظ ایسے ہیں جو اپنے زمانے میں برابر استعمال ہوتے تھے اور فصیح سمجھے جاتے تھے۔ اس لیے انھیں اگر پھر سے گلے لگایا جائے اور تحریر و تقریر دونوں میں بے روک ٹوک استعمال کیا جائے تو زبان و بیان کو مزید وُسعت و ترقی دی جاسکتی ہے۔ ذیل میں اس کہانی کی زبان کا نہایت اختصار کے ساتھ جائزہ لیا جارہا ہے۔

۱۔ اردو میں ہندی افعال سے حاصل مصدر بنانے کے جو طریقے انشا کے زمانے میں استعمال ہوتے تھے انھیں انشا نے اپنی نثر میں زیادہ آزادی اور وُسعت کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ مثلاً بھاؤ (بھانا سے) کے طریقے پر تاؤ، جماؤ، آؤ، بناؤ، دکھاؤ، چاؤ، وغیرہ یا پھر بناوٹ کے طریقے پر سماوٹ، لگاوٹ، جماوٹ، رچاوٹ، رندھاہٹ، پھیلاوٹ، اچپلاہٹ، سجاوٹ۔ لیکن ایک جگہ انھوں نے مندرجہ بالا اصول سے انحراف بھی کیا ہے اور لکھنا سے لکھاوٹ کے بجائے حاصل مصدر لکھوٹ بنایا ہے۔

ان کے علاوہ کہانی میں بیسیوں اور بھی حاصل مصدر ملتے ہیں۔ مثلاً ڈھب۔ ٹھٹھا۔ کرتوت۔ کرتب۔ اکڑ تکڑ۔ ریل پیل، گھگھیا۔ روپ۔ آنکھ مچولا۔ پڑھنت۔ دھڑکا وغیرہ۔

۲۔ انشاؔ نے اپنے زمانے کی مروجہ زبان کے مطابق نفی کے معنوں میں فارسی سابقوں کی مدد سے کچھ الفاظ بنائے ہیں۔ جیسے بے سُری۔ بے ٹھکانے۔ بے ڈھب۔ بے دھڑک اور بے ڈول اسی طرح فارسی سابقوں کی مدد سے سرچوٹ اور سردھری وغیرہ بنا کے زبان کو وسعت دینے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

۳۔ اس کہانی میں کاف بیانیہ کی جگہ لفظ "جو" کا ہر جگہ استعمال ملتا ہے۔ یہ انشاؔ کی جدّت معلوم ہوتی ہے۔

"اب تم اپنی کہانی کہو جو تم کس دیس کے کون ہو"؟

"وہ رونگٹا پھنکنے نہ پاوے گا جو ہم آن پہنچینگے"؟

"اس کھیڑ بھڑ کے کا تو کچھ ٹھل بیڑا نہ ملا جو کدھر گئی"؟

۴۔ مونث فعل میں ہر جگہ لاحقہ "اں" لگایا گیا ہے یہ پنجابی زبان کا اثر ہے جو دلی سے لکھنؤ پہنچا تھا۔

آتیاں جاتیاں جو سانسیں ہیں"

"جتنے ڈھب کی ناویں تھیں ـــــ سو سو لچکے کھاتیاں، آتیاں، جاتیاں، لہراتیاں، پڑی پھرتیاں تھیں"

"گانے لگے اور گانے لگیاں"

۵۔ مونث اسم کے ساتھ مونث مصدر استعمال کیا گیا ہے۔

"گائیں چرانی اور مرلی بجانی اور گوپیوں سے دھومیں مچانی۔"

۷۔ کہانی میں کہیں کہیں اشباعی حروف علت کا استعمال بھی پایا جاتا ہے۔ مثلاً

لگا کے بجائے لاگا

لہو کے بجائے لوہو

بعض الفاظ میں "ھ" بڑھا دیا گیا ہے یہ اس زمانے کا تلفظ تھا۔

بھوک کے بجائے بھوکھ

چھاؤں کے بجائے چھاہنہ

سامنے کے بجائے سامھنے

ڈھونڈنا کے بجائے ڈھونڈھنا

۸۔ تمیز فعل جو وقت کے اظہار کے لیے لائی جاتی ہے اس کے لیے الفاظ بعد اور ندان لائے گئے ہیں۔

۹۔ کہانی میں مخصوص افعال وہی آئے ہیں جو انشا کے عہد میں عام طور سے رائج تھے۔ جیسے۔ لیوے۔ رودیں۔ ہوئے۔ ہووے۔ جاویں آوے۔

۱۰۔ بعض مقامات پر بات میں زور پیدا کرنے یا کثرت دکھانے کے لیے مکرّر الفاظ بھی لائے گئے ہیں۔ جیسے ڈھل ڈھل۔ چُن چُن۔ بھیڑ

بھیٹر۔ جو جو۔ اچّھل اچھل۔ سو سو۔ جہاں جہاں۔ جُھوم جُھوم۔ جس جس۔

۱۱۔ سو کا استعمال عہد ناسخ تک ہوتا تھا۔ اس کے بعد متروک ہوگیا۔

"سو آج وہی دن تھا۔ جس کے لیے یہ سب کچھ ہے سو وہ کہاں"

"جو اپنے جی کی بات ہے سو کہتے کیوں نہیں۔

۱۲۔ اسی طرح مندرجۂ ذیل الفاظ بھی عہد انشا کے بعد لکھنؤ میں متروک ہوگئے۔

آن لگے (آکے)، اُن نے (اس نے)، تلک (تک)، تئیں (کو)، ورے (دور)، ٹک۔ سبھوں (سب کو)، بل بے (واہ واہ) رنڈی (بمعنی عورت) بل (بھل)، ماٹی ڈالنا (چھپانا)، اچرج۔ ندان (آخر کار) نت۔ لیجو۔ دیجو۔ کیجو۔ ود ہیں۔ وغیرہ

۱۳۔ کہانی میں ایک جگہ انگریزی کا ہنّد لفظ "لالٹین" بھی ملتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد انشا میں انگریزی الفاظ رواج پانے لگے تھے۔

۱۴۔ انشا کی کوشش کے باوجود کہانی میں دو جگہ عربی الفاظ بھی آگئے ہیں۔ اوّل طبلہ اور دوّم لمولہ۔ (ملول سے) جنھیں انشا نے

ٹھینٹھ بنا کے اُردو میں پیش کیا ہے۔

۱۵۔ کہانی میں ایک جگہ لفظ چرچا استعمال ہوا ہے۔ یہ لفظ اُردو میں ہمیشہ مذکّر استعمال ہوتا ہے۔ لیکن ہندی والے اسے مؤنث استعمال کرتے ہیں۔ انشا نے بھی "چرچا" مذکّر ہی لکھا ہے۔

"ہوتے ہوتے اس بات کا لوگوں میں چرچا پھیل گیا۔"

۱۶۔ آخر کتاب میں ایک لفظ گُلچھڑی آیا ہے۔ اس کے بارے میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ فارسی اور ہندی کا مرکب لفظ ہے لیکن ایسا نہیں گلچھڑی سنسکرت لفظ ہے۔

۱۷۔ اس میں کچھ ایسے مخصوص الفاظ اور محاورات بھی ملتے ہیں جو صرف قلعۂ معلّیٰ میں مستعمل تھے یا پھر بیگمات لکھنؤ استعمال کرتی تھیں۔ جیسے چونڈا کارن۔ ہواؤ۔ تلپٹ کرنا۔ تلوے سہلانا۔ موانگوڑا۔ آٹھ آٹھ آنسو رونا۔ کرتُوت۔ چیل کوّوں کو دینا۔ تیس دن۔ بھانویں نہ ہونا۔ سرچوٹ۔ کیڑے لتّے۔ جھینکنا۔ جیتے جی۔ واری۔ جی بھاری ہونا۔ بھلا کوئی اندھیر ہے۔ لگ چلنا۔ بولیاں ٹھولیاں۔ کُٹ کرنا (چھوڑنا۔ ترک کرنا)

۱۸۔ بعض جگہ فارسی ضرب الامثال کا اُردو ترجمہ بھی ملتا ہے۔ جیسے "دل را بہ دل رہیست" کا ترجمہ "جی کو جی سے ملاپ ہے" اور کردۂ خویش آمدہ پیش کا ترجمہ "اپنا کیا آپ پاؤگی" کیا گیا ہے۔

۱۹۔ توابع مہمل۔ ان الفاظ کے کچھ معنی نہیں ہوتے لیکن با معنی الفاظ کے ساتھ آکر معنوں میں خاص کیفیت پیدا کردیتے ہیں۔ بول چال میں ان کا کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ انشا نے بھی کہیں کہیں ان کا استعمال کیا ہے۔ جیسے لپیٹ سپیٹ۔ بھیڑ بھاڑ۔ بیچ کھونچ۔ دھوم دھام۔ مانگے تانگے۔ جھومتے جھامتے۔ پھوڑ پھاڑ۔ بھیڑ بھڑکا۔

(۱۲)

رانی کیتکی کی کہانی کا زیر نظر متن تین نسخوں کی مدد سے تیار کیا گیا ہے۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ قلمی نسخہ مملوکہ جناب سیّد محمد ہادی صاحب، لائق۔ اس نسخے میں انشا کی تین نثری کتابیں قصۂ سلکِ گوہر، رانی کیتکی کی کہانی اور دریائے لطافت شامل ہیں۔ یہ مجموعہ کرم خوردہ اور نہایت سقیم حالت میں ہے۔ سال کتابت ۱۲۳۳ھ ہے۔ چونکہ یہ مصنّف کے انتقال کے صرف ایک سال بعد تیار کیا گیا، اس لیے بہت اہم ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے اس پر نظر ثانی نہیں کی، کیونکہ بعض مقامات پر الفاظ چھوٹ گئے ہیں اور خاصا غلط لکھا گیا ہے۔ تاہم قدامت کی وجہ سے متن میں بنیادی اہمیت اسی نسخے کو دی گئی ہے۔

۲۔ رانی کیتکی کی کہانی (ہندی) مرتبہ شیام سندر داس۔ ناشر ناگری پرچارنی سبھا، بنارس، جون ۱۹۲۵ء۔

۳۔ داستان رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی۔ مرتبہ ڈاکٹر عبدالحق۔ انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد ۱۹۳۳ء۔

ان نسخوں میں بہت اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اس لیے زیر نظر متن میں جو صورت زیادہ قابل ترجیح معلوم ہوئی اسے قبول کیا گیا ہے۔ تصحیح و ترتیب متن میں بڑی زحمت اٹھانا پڑی ہے۔ پھر بھی یہ اطمینان نہیں کہ تدوین کا حق ادا ہو سکا ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں استاد محترم جناب پروفیسر سید شبیہ الحسن صاحب نونہروی، ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی صاحب اور محبی ڈاکٹر احمر لاری صاحب (گورکھپور) نے اپنے مفید مشوروں سے سرفراز فرمایا۔ میں ان تینوں حضرات کا نہایت شکرگزار ہوں۔ آخر میں جناب سید محمد ہادی صاحب لائق (آل انیس و عارف) کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے جنھوں نے اپنے قلمی نسخے سے مجھے استفادہ کا موقع دیا۔

سید سلیمان حسین

۳۰ جولائی ۱۹۷۵ء

شعبۂ اردو،
لکھنؤ یونیورسٹی لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رانی کیتکی کی کہانی

یہ[1] وہ کہانی ہے جس میں ہندوی کے چھُٹ اور
کسی بولی کا میل ہے نہ پُٹ

سر جھکا کر ناک رگڑتا ہوں اُس اپنے بنانے والے کے سامنے، جس نے ہم سب کو بنایا اور بات کی بات میں وہ کر دکھایا، جس کا بھید کسی نے نہ پایا۔

آتیاں جاتیاں جو سانسیں ہیں
اس کے بن دھیان سب یہ پھانسیں ہیں

یہ کَل کا پُتلا جو اپنے اُس کھلاڑی کی سُدھ رکھے تو کھٹائی میں کیوں پڑے، اور کڑوا کسیلا کیوں ہو۔؟ اس پھل کی مٹھائی چکھے جو بڑوں سے بڑے اگلوں نے چکھی ہے۔

---

[1] نسخۂ عبدالحق:۔ یہ وہ کہانی۔ ہے جس میں ...... میل ہے نہ پٹ ×

دیکھنے کو[1] تو آنکھیں دیں اور سننے کو یہ کان دیے
ناک بھی اونچی سب میں کر دی مورتوں کو جی جان دیے

مٹی کے باسن کو اتنی سکت کہاں جو اپنے کمہار کے کرتب کچھ تاڑ[2] سکے۔ سچ ہے، جو بنایا ہوا ہو، سو اپنے بنانے والے کو کیا سراہے اور کیا کہے!۔ یوں جس کا جی چاہے پڑا بکے۔ سر سے لگا پاؤں تک جتنے رونگٹے ہیں، جو سب کے سب بول اٹھیں اور سراہا کریں اور اتنے برسوں اسی دھیان میں رہیں، جتنی ساری ندیوں میں ریت اور پھول پھلیاں کھیت میں ہیں، تو بھی کچھ نہ ہو سکے، کراہا[3] کریں۔

اس سر جھکانے کے ساتھ ہی دن رات جپتا ہوں اُس داتا کے بھیجے[4] ہوئے

---

[1] نسخۂ عبدالحق:۔

دیکھنے کو آنکھ دی، اور سننے کو یہ کان دئے
ناک بھی اونچی سب میں کر دی مورتوں کو جی جان دئے

ہندی متن:۔

دیکھنے کو دو آنکھیں دیں اور سننے کو دو کان
ناک بھی سب میں اونچی کر دی مرتوں کو جی دان

[2] نسخۂ عبدالحق:۔ کچھ بتا سکے   [3] نسخۂ عبدالحق:۔ کراہا کریں ×

[4] ایضاً:۔ بھیجے ہوئے۔

پیارے کو جس کے لیے یوں کہا ہے۔ "جو تو[1] نہ ہوتا میں کچھ نہ بناتا" اور اس کا چچیرا[2] بھائی جس کا بیاہ اسی کے گھر ہوا، اُسی کی سُرت مجھے لگی رہتی ہے، میں پھولا اپنے آپ میں نہیں سماتا اور جتنے ان کے لڑکے[3] بالے ہیں، انھیں کی[4] یہاں پر چاہ ہے۔ اور کوئی ہو کچھ میرے جی کو نہیں بھاتا۔ مجھے اس گھرانے کے چھُٹ کسی لے بھاگ ایک چور ٹھگ سے کیا پڑی؟ جیتے مرتے انھیں سبھوں کا آسرا اور ان کے گھرانے کا رکھتا ہوں، تینوں گھڑی۔

ڈول ڈال ایک انوکھی بات کا

ایک دن بیٹھے بیٹھے یہ بات اپنے دھیان میں چڑھی[5] کوئی کہانی ایسی کہیے جس میں ہندوی کے چھُٹ اور کسی بولی[6] کی پُٹ نہ ملے۔ تب جا کے میرا جی پھول کی

---

[1] اشارہ ہے اس حدیث قدسی کی طرف "لولاک لما خلقت الافلاک"۔ یعنی اگر نہ ہوتے آپ اے محمد تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ [2] یہاں مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

[3] یعنی امام حسن علیہ السلام، امام حسین علیہ السلام اور ان کی اولاد امجاد

[4] نسخۂ عبدالحق:۔ انھیں کے یہاں پر چاؤ ہے۔

ہندی متن:۔ انھیں کی میرے جی میں چاہ ہے۔

[5] نسخۂ عبدالحق:۔ چڑھ آئی کہ [6] نسخۂ عبدالحق:۔ بول سے پُٹ نہ ملے۔

کلی کے روپ سے کھلے۔ باہر کی بولی اور گنواری کچھ اس کے بیچ نہ ہو۔

اپنے ملنے والوں میں سے ایک کوئی بڑے پڑھے لکھے، پرانے دھرانے ڈانگ[1]، بوڑھے گھاگ یہ کھٹراگ لائے۔ سر ہلا کر، منھ تھتھا کر،[2] ناک بھوں چڑھا کر، آنکھیں پھرا کر لگے کہنے۔ "یہ بات ہوتی دکھائی نہیں دیتی۔ ہندوی پن بھی نہ نکلے اور بھاکھا پن بھی نہ ٹھس جائے، جیسے بھلے لوگ اچھوں سے اچھے آپس میں بولتے چالتے ہیں۔ جوں کا توں وہی سب ڈول رہے اور چھانہ کسی کی نہ پڑے،[3] یہ نہیں ہونے کا!"

میں نے اُن کی ٹھنڈی سانس کی پھانس کا ٹہوکا کھا کر، جھنجھلا کر کہا۔ "میں کچھ ایسا بڑھ بولا[4] نہیں، جو رائی کو پربت کر دکھاؤں اور جھوٹ سچ بول کر انگلیاں نچاؤں[5] اور بے سری، بے ٹھکانے کی الجھی سلجھی تانیں لے جاؤں، جو مجھ سے نہ ہوسکتا، تو بھلا یہ بات منھ سے کیوں نکالتا؟ جس ڈھب سے ہوتا، اس بکھیڑے کو ٹالتا۔"

---

[1] نسخۂ عبدالحق :- ڈاگ ×

[2] ایضاً :- موہنہ بنا کر ناک بھوں

[3] "دبی چھانہ پڑی ہے ہر گاؤں کی" :- مثنوی در لہجہ اردو : از انشا

نسخۂ عبدالحق :- نہ پڑے

[4] ایضاً :- ایسا ڈھا بولا [5] ہندی متن :- باتیں سناؤں

نسخۂ عبدالحق :- باتیں سجھاؤں

اب اس کہانی کا کہنے والا یہاں آپ کو جتاتا ہے اور جیسا کچھ لوگ اُسے پکارتے ہیں، کہہ سناتا ہے۔ دہنا ہاتھ منھ پر پھیر کر آپ کو جتاتا ہوں، جو میرے داتا نے چاہا تو وہ تاؤ بھاؤ، اور آؤ جاؤ اور کود پھاند اور لپٹ جھپٹ دکھاؤں، جو دیکھتے ہی آپ کے دھیان کا گھوڑا، جو بجلی سے بھی بہت چنچل، اچپلاہٹ[1] میں ہے، ہرنوں کے روپ میں اپنی چوکڑی بھول جائے۔ چونکا[2] ہے

گھوڑے پر اپنے چڑھ کے آتا ہوں میں
کرتب جو ہیں سو سب دکھاتا ہوں میں
اُس چاہنے والے نے جو چاہا تو ابھی
کہتا جو کچھ ہوں کر دکھاتا ہوں میں

اب آپ کان رکھ کے، سمکھ ہو کے ٹک ادھر دیکھیے، کس ڈھب سے بڑھ چلتا ہوں اور اپنے ان پھول کی پنکھڑی جیسے ہونٹوں سے کس کس روپ کے پھول اگلتا ہوں۔

کہانی کے جوبن[3] کا ابھار اور بول چال کی دُلھن[4] کا سنگار

کسی دیس میں کسی راجا کے گھر ایک بیٹا تھا۔ اُسے اس کے ماں باپ اور

---

[1] نسخۂ عبدالحق:۔ اچپلاہٹ میں ہرنوں کے روپ میں ہے اپنی [2] نسخۂ عبدالحق و ہندی متن:۔ چونکا × [3] نسخۂ عبدالحق:۔ سے [4] ایضاً:۔ کے جوبن ×

سب گھر کے لوگ کنور اودے بھان کر کے پکارتے تھے۔ سچ مچ اس کے جوبن کی جوت میں سورج کی ایک سوت آملی تھی۔ اُس کا اچھاپن اور بھلا لگنا کچھ ایسا نہ تھا جو کسی کے لکھنے اور کہنے میں آسکے۔ پندرہ برس بھر کے ان[۱] نے سولھویں میں پاؤں رکھا تھا۔ کچھ یونہی سی اس کی مسیں بھیگتی چلی تھیں۔ اکڑ تکڑ[۲] اُس میں بہت سی سما رہی تھی۔ کسی کو کچھ نہ سمجھتا تھا۔ پر کسی بات کی سوچ کا گھر گھاٹ پایا نہ تھا، اور چاہ[۳] کی ندی کا پاٹ ان نے دیکھا نہ تھا۔

ایک دن ہریالی دیکھنے کو اپنے گھوڑے پر چڑھ کے، اٹھکھیل[۴] پنے اور لڑکپن کے ساتھ دیکھتا بھالتا چلا جاتا تھا۔ اتنے میں جو ایک ہرنی اس کے سامنے آئی تو اس کا جی لوٹ پوٹ ہوا۔ اس[۵] نے ہرنی کے پیچھے سب کو چھوڑ چھاڑ کر گھوڑا پھینکا۔ بھلا[۶] کوئی گھوڑا اس کو پا سکتا تھا۔ جب سورج چھپ گیا اور ہرنی آنکھوں سے اوجھل

۱؎ نسخۂ عبدالحق :- بھر کے سولھے میں

۲؎ ایضاً :- اکڑ مکڑ

۳؎ ایضاً :- چاؤ

۴؎ ہندی متن :- اٹھکھیل اور الھڑ پن کے

۵؎ نسخۂ عبدالحق : ہندی متن :- نے ×

۶؎ ہندی متن :- بھلا ×

ہوئی، تب تو یہ کنور اودے بھان بھوکھا، پیاسا[1]، انیندا، جمہاتا، انگڑائیاں لیتا، ہکّا بکّا ہو کے لگا آسرا ڈھونڈھنے۔ اتنے میں کچھ ایک[2] امریاں دھیان چڑھیں، اُدھر چل نکلا۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ جو[3] چالیس پچاس رنڈیاں ایک سے ایک جوبن میں اگلی، جھولا ڈالے ہوئے پڑی[4] جھول رہی ہیں، اور ساون گاتیاں ہیں۔ جوں ہی انھوں نے اس کو دیکھا۔ تو کون، تو کون؟ کی چنگھاڑ سی پڑ گئی۔ ان سبھوں میں سے ایک کے ساتھ اس کی آنکھ[5] لڑ گئی۔

دوہا اپنی بولی[6] کا

کوئی کہتی تھی یہ اُچکا ہے
کوئی کہتی تھی ایک پکّا ہے

وہی جھولنے والی لال جوڑا پہنے ہوئے جس کو سب رانی کیتکی کہتے تھے اُس

---

[1] نسخۂ عبدالحق:۔ پیاسا اور اوداسا جماہیاں اور انگڑائیاں

[2] ایضاً:۔ ایک ×

[3] ایضاً:۔ جو ×

[4] نسخۂ عبدالحق و ہندی متن:۔ کی ×

[5] ہندی متن:۔ لگ گئی سے کوئی کہتی ..... پکّا ہے۔

[6] نسخۂ عبدالحق:۔ اپنی بولی کا ×

کے بھی جی میں اس کی بچاہ نے گھر کیا۔ پر کہنے سننے کو[1] بہت سی ناہ نُوہ کی۔ اور کہا۔[2] "اس لگ چلنے کو بھلا کیا کہتے ہیں؟ یک نہ دھک[3] جو تم جھٹ سے ٹپک پڑے، یہ نہ جانا جو یہاں رنڈیاں اپنے[4] جھول رہی ہیں۔ اجی تم جو اس روپ کے ساتھ بے دھڑک چلے آئے ہو، ٹھنڈی ٹھنڈی چھانہہ چلے جاؤ۔"

تب انھوں[5] نے مسوس کے، ملولا کھا کے کہا۔" اتنی رکھائیاں نہ کیجیے[6]، میں سارے دن کا تھکا ہوا، ایک پیڑ کی چھانہہ میں اس کا بچاؤ کرکے پڑ رہوں گا۔ بڑے تڑکے دھندلکے میں[7] اٹھ کر جدھر کو منھ پڑے گا، چلا جاؤں گا۔ کچھ[8] کسی کا لیتا دیتا نہیں۔ ایک ہرنی کے پیچھے سب لوگوں کو چھوڑ کر، گھوڑا اپھینکا تھا[9]۔ جب تلک اجیالا[10]

---

[1] نسخۂ عبدالحق:۔ کو اس نے بہت (ض)

[2] ایضاً:۔ اور کہا۔ ×

[3] ایضاً:۔ یک نہ یک

[4] ایضاً:۔ اپنی [5] ہندی متن:۔ کنور [6] نسخۂ عبدالحق:۔ نہ دیجیے۔

[7] نسخۂ عبدالحق:۔ میں ×

[8] ایضاً:۔ کچھ ×

[9] ہندی متن: کوئی گھوڑا اس کو پا سکتا تھا (ض)

[10] نسخۂ عبدالحق:۔ اوجالا

رہا، اسی کے دھیان میں تھا۔ جب اندھیرا چھا گیا اور جی بہت گھبرا گیا، ان امریوں کا آسرا ڈھونڈھ کر یہاں چلا آیا ہوں۔ کچھ روک ٹوک تو اتنی[۱] نہ تھی، جو ہاتھ ٹھٹک جاتا اور رک رہتا، سر اٹھائے ہانپتا ہوا چلا آیا۔ کیا جانتا تھا، جو[۲] یہاں پدمنیاں پڑی جھولتی، پینگیں چڑھا رہی ہیں۔ پر یوں ہی بدی تھی۔ برسوں میں بھی جھولا کروں گا۔"

یہ بات سن کر وہ جو لال جوڑے والی سب کی سر دھری تھی، ان نے کہا "ہاں جی، بولیاں ٹھولیاں نہ مارو، ان کو کہہ دو[۳] جہاں جی چاہے، اپنے پڑ رہیں اور جو کچھ کھانے پینے[۴] کو مانگیں، سو انھیں پہنچا دو۔ گھر آئے کو کسی نے آج تک مار نہیں ڈالا۔ ان کے منھ کا ڈول، گال تمتمائے اور ہونٹ پپڑائے اور گھوڑے کا[۵] ہانپنا اور جی کا ہانپنا اور گھبراہٹ اور تھرتھراہٹ اور ٹھنڈی سانسیں بھرنا، اور نڈھال ہو کر گرے پڑنا ان کو سچا کرتا ہے۔ بات بنائی ہوا اور سچوٹی کی کوئی چھپتی ہے[۵]؟ پر ہمارے اور ان کے بیچ میں کچھ اوٹ سی کپڑے لتے کی کر دو۔"

---

[۱] نسخۂ عبدالحق :- اتنی × [۲] ہندی متن و نسخۂ عبدالحق - جو ×

[۳] ہندی متن :- اور ان (ض)

[۴] ہندی متن :- پینے ×

[۵] ایضاً :- نہیں

اتنا آسرا پاکے سب سے پرے کونے میں جو پانچ سات چھوٹے چھوٹے پودھے سے تھے، ان کی چھانہہ میں کنور اودے بھان نے اپنا بچھونا کیا اور[1] کچھ سرہانے دھر کے چاہتا تھا، سو رہے، پر نیند کوئی چاہت کی لگاوٹ میں آتی تھی؟ پڑا پڑا اپنے جی سے باتیں کر رہا تھا۔

اتنے[2] میں کیا ہوتا ہے، جو رات سائیں سائیں بولنے لگتی ہے اور ساتھ والیاں سب کو سو رہتی ہیں[3]۔ رانی کیتکی اپنی سہیلی مدن بان کو جگا کر یوں کہتی ہے۔ "اری او[4] تو نے کچھ سنا بھی! میرا جی اس پر آگیا اور کسی ڈول سے نہیں تھم سکتا، تو سب میرے بھیدوں کو جانتی ہے۔ اب جو ہونی ہے سو ہو، سر رہتا رہے یا جاتا جائے۔ میں اس کے پاس جاتی ہوں۔ تو میرے ساتھ چل، پر تیرے پاؤں پڑتی ہوں، کوئی سننے نہ پاوے۔ اری یہ میرا جوڑا میرے اور اس کے بنانے والے نے ملا دیا۔ میں اسی لیے جیسے[5] ان امریوں میں آئی تھی۔"

---

[1] نسخۂ عبدالحق :- کیا۔ سرہانے ہاتھ دھر کے چاہتا تھا

[2] ایضاً :- و ہندی متن :- اتنے میں کیا ہوتا ہے۔ ×

[3] ہندی متن :- سو رہیں

[4] نسخۂ عبدالحق :- او ×

[5] ایضاً :- جیسے ×

رانی کیتکی مدن بان کا ہاتھ پکڑے وہاں آن پہنچی[1] ہے، جہاں کنور اودے بان لیٹے ہوئے کچھ سوچ میں پڑے پڑے بڑبڑا رہے تھے۔

مدن بان آگے بڑھ کے کہنے لگی "تمھیں اکیلا جان کے رانی آپ آئی ہیں"۔ کنور اودے بھان یہ سُن کے اٹھ بیٹھے اور یہ کہا "کیوں نہ ہو جی کو جی سے ملاپ ہے"۔

کنور اور رانی دونوں چپ چاپ بیٹھے تھے، پر مدن بان دونوں[2] کو گدگدا رہی تھی۔ ہوتے ہوتے اپنے اپنے پتے سب نے کھولے۔ رانی کا پتا یہ کھلا۔ راجا جگت پرکاس کی بیٹی ہیں اور ان کی ماں رانی کام لتا کہلاتی ہیں۔ ان کو اُن کے ماں باپ نے کہہ دیا ہے، ایک مہینے پیچھے امریوں میں جا کر جھول آیا کرو۔ آج وہی دن تھا سو تم سے مٹ بھیڑ ہو گئی۔ بہت مہاراجوں کے کنوروں کی باتیں آئیاں پر کسی پر ان کا دھیان نہ چڑھا۔ تمھارے دھن بھاگ جو تمھارے پاس سب سے چھپ کے، میں جو اُن کے لڑکپن کی گوئیاں ہوں، مجھے ساتھ اپنے لے کے آئیں ہیں۔ اب تم اپنی کہانی کہو، جو تم کس دیس کے کون ہو"؟

---

[1] ہندی متن :۔ آن پہنچی جہاں

[2] اصل :۔ دونوں کو مدن گدگدا رہی تھی

انھوں نے کہا: "میرا باپ راجا سورج بھان اور ماں رانی لچھمی باس ہے۔ آپس میں جو گٹھ جوڑ ہو جائے تو کچھ انوکھی، اچرج اور اچنبھے کی بات نہیں۔ یونہی لگے سے ہوتا چلا آیا ہے۔ جیسا منھ ویسی تھپیڑ۔ جوڑ توڑ ٹٹول لیتے ہیں۔ دونوں مہاراجوں کو یہ چیت چاہی بات اچھی لگے گی۔ پر ہم تم دونوں کے جی کا گٹھ جوڑ اچاہیے۔"

اس میں، مدن بان بول اٹھی:[1] "سو تو ہوا، اب اپنی اپنی انگوٹھیاں ہیر پھیر کرلو، اور آپس میں لکھوتی بھی لکھ دو۔ پھر کچھ ہچر مچر نہ رہے۔"

کنور اودے بھان نے اپنی انگوٹھی رانی کیتکی کو پہنادی، اور رانی کیتکی نے اپنی انگوٹھی کنور کی انگلی میں ڈال دی، اور ایک دھیمی سی چٹکی بھی لے لی۔

اس میں، مدن بان بول اٹھی: "جو سچ پوچھو تو اتنی بھی بہت ہوئی۔ اتنا بڑھ چلنا اچھا نہیں۔ میرے سر چوٹ ہے۔ اب اٹھ چلو، اور ان کو سونے دو، اور رونیں تو پڑے رونے دو۔"

بات چیت تو ٹھیک ٹھاک ہو چکی تھی، پچھلے پہر سے رانی تو اپنی سہیلیوں کو لے کے جدھر سے آئیں تھیں ادھر کو چلی گئیں۔ اور کنور اودے بھان اپنے گھوڑے کی پیٹھ لگ کے[2] کر لوگوں سے مل کر، اپنے گھر پہنچے۔

---

[1] ہندی متن:۔ مدن بان بولی، جو

[2] ایضاً:۔ پیٹھ لگا کر اپنے لوگوں سے مل کے اپنے گھر پہنچے۔

پر کنور جی کا روپ[1] کیا کہوں، کچھ کہنے میں نہیں آتا۔ نہ کھانا، نہ پینا، نہ لگ چلنا، نہ کسی سے کچھ کہنا نہ سنّنا، جس دھیان میں تھے اُسی میں گھُتے[2] رہنا۔ اور گھڑی گھڑی کچھ سوچ سوچ کے سر دھنّنا۔

ہوتے ہوتے اس بات کا لوگوں میں چرچا پھیل گیا۔ کسی کسی نے مہاراج اور مہارانی سے بھی کہا "کچھ دال میں کالا ہے۔ وہ کنور اودے بھان جن[3] سے تمہارے گھر کا اجالا ہے، ان دنوں کچھ اس کے بُرے تیور اور بیڈول آنکھیں دکھائی دیتی ہیں۔ گھر سے باہر پاؤں نہیں دھرتا، گھروالیاں جو کسی ڈول سے کبھی بہلاتیاں ہیں، تو اور کچھ نہیں کرتا، ایک اونچی سی ٹھنڈی سانس لیتا ہے، اور بہت کسی نے چھیڑا تو چھپر کھٹے پر جاکے اپنا منھ لپیٹ کے آٹھ آٹھ آنسو پڑا روتا ہے۔"

یہ سنتے ہی ماں باپ دونوں کنور کے پاس دوڑے آئے۔ گلے لگایا، منھ چوما، پاؤں پر بیٹے کے گر پڑے۔ ہاتھ جوڑے اور کہا "جو اپنے[4] جی کی بات ہے، سو کہتے کیوں نہیں؟ کیا دکھ[5] پڑا ہے جو پڑے پڑے کراہتے ہو؟ راج پاٹ جس کو چاہو دے ڈالو۔ کہو تو تم کیا چاہتے ہو؟ تمہارا جی کیوں نہیں لگتا؟ بھلا، وہ ہے کیا، جو، ہو

---

[1] نسخۂ عبد الحق:۔ انوپ روپ (ص)

[2] ایضاً:۔ گھوٹے

[3] نسخۂ عبد الحق:۔ جن [4] نسخۂ عبد الحق:۔ جو اپنے × [5] اصل و ہندی متن:۔ کیا دکھڑا ہے

نہیں سکتا؟ منھ سے بولو، جی کو کھولو اور جو کہنے میں کچھ سچکتے ہو تو ابھی لکھ بھیجو۔ جو کچھ لکھو گے جوں کی توں وہی کرنے[1] میں آوے گی۔ جو تم کہو کنوئیں میں گر پڑو، تو ہم دونوں ابھی گر پڑتے ہیں، جو کہو سر کاٹ ڈالو، تو سر[2] اپنے ابھی کاٹ ڈالتے ہیں۔"

کنور اودے بھان، وہ جو بولتے ہی نہ تھے، انھوں نے لکھ بھیجنے کا آسرا[3] پا کے اتنا بولے: "اچھا آپ سدھاریئے میں لکھ بھیجتا ہوں۔ پر میرے اس لکھے[4] کو میرے منھ پر کسی ڈھب سے نہ لانا، نہیں تو میں لجاؤں گا، اسی لیے میں مارے لاج کے، مکھ بات ہو کے پڑا تھا، اور آپ سے کچھ نہ کہتا تھا۔" یہ سن کے دونوں مہاراج اور مہارانی اپنے استھان کو سدھارے۔ تب کنور نے یہ لکھ بھیجا۔

---

[1] نسخۂ عبدالحق:۔ وہی کر مٹھیں دے جاویں گے

[2] ایضاً:۔ تو ابھی سر کاٹ ڈالتے ہیں۔

[3] ایضاً:۔ اس لکھ بھیجنے کو

[4] ایضاً:۔ شرماؤں گا۔ اسی لیے مکھ بات ہو کے میں نے کچھ نہ کہا، اور یہ لکھ بھیجا۔ اب جو میرا جی ناک میں آگیا اور کسی ڈھب سے نہ رہ گیا اور آپ نے مجھے سو روپ سے کھولا اور بہت سا ٹٹولا، تب تو لاج ....

....

جگ میں چاہ کے ہاتھوں کسی کو سکھ نہیں
بھلا وہ کون ہے جس کو دکھ نہیں

"اب جو میرا جی نتھنوں میں آگیا اور کسی ڈھب سے نہ رہ گیا، اور آپ نے مجھے سو سو روپ سے کھولا، اور بہت سا ٹٹولا، تب تو لاج چھوڑ کے ہاتھ جوڑ کے، سنہ کو پھوڑ کے، گھگھیا کے یہ لکھتا ہوں۔

دوہا اپنی بولی کا۔

چاہ کے ہاتھوں کسی کو سُکھ نہیں

ہے بھلا وہ کون جس کو دکھ نہیں

[1] وہ اس دن جو میں ہریالی دیکھنے کو گیا تھا، وہاں [2] جو میرے سامنے ایک ہرنی کنوتیاں اٹھائے ہوئے ہولی تھی۔ اس کے پیچھے میں نے گھوڑا ایک جُھٹ پھینکا، جب تک [3] اجیالی رہی، اسی کی دُھن میں بُھٹکتا [4] گیا، جب اندھیرا ہو گیا اور سورج ڈوبا، جی میرا بہت [5] اُوبا، سُہانی سی امریاں تاک کے میں ان میں گیا، تو ان امریوں کا پتاپتا میرے جی کا گاہک ہوا۔ وہاں کا یہ سہیلا [6] ہے، کچھ رنڈیاں جھولا ڈالے جھول

---

[1] ہندی متن:۔ وہ × [2] ہندی متن:۔ ایک ہرنی میرے سامنے کنوتیاں اٹھائے آگئی۔

[3] نسخۂ عبدالحق و ہندی متن:۔ اجالا رہا

[4] ایضاً:۔ چلا گیا:۔ ہندی متن:۔ بہکا گیا

[5] نسخۂ عبدالحق:۔ بہت اداس ہوا۔ امریاں تاک

[6] ایضاً:۔ یہ سہیل ہے۔ کچھ رنڈیاں جھول رہی تھیں۔

رہی تھیں ان سب کی سردھری کوئی رانی کیتکی، مہاراج جگت پرکاس کی بیٹی ہیں، انھوں نے یہ انگوٹھی اپنی[1] مجھے دی اور میری انگوٹھی انھوں نے لی اور لکھوٹ[2] بھی لکھ دی۔ سو یہ انگوٹھی ان کی لکھوٹ سمیت میرے لکھے ہوئے کے ساتھ پہنچتی ہے۔ آپ دیکھ لیجئے اور جس میں بیٹے کا جی رہ جائے وہ کیجیے۔"

مہاراج اور مہارانی اپنے[3] بیٹے کے لکھے ہوئے پرسوتے کے پانی سے یوں لکھتے ہیں: "ہم دونوں نے اس انگوٹھی اور لکھوٹ کو اپنی[4] آنکھوں سے ملا۔ اب تم اپنے جی میں کچھ کڑھو مت، جو رانی کیتکی کے ماں باپ تمھاری بات مانتے ہیں، تو ہمارے سمدھی اور سمدھن ہیں۔ دونوں راج ایک[5] ہو جائیں گے اور جو کچھ ناؤں کی ٹھہرے گی تو جس ڈول سے بن آوے گا، ڈھال تلوار کے بل تمھاری دلھن ہم تم سے ملا دیں گے۔ آج سے اداس مت رہا کرو، کھیلو کودو، بولو چالو، آنندیں کرو۔ اچھی[6] گھڑی، شبھ مہورت

---

[1] نسخۂ عبدالحق :۔ اپنی ×

[2] ایضاً :۔ لکھاوٹ

[3] ایضاً :۔ اس

[4] ایضاً :۔ اپنے

[5] ایضاً :۔ ایک جاگہ ہو جائینگے

[6] ایضاً :۔ ہم اچھّی (ص)

سوچ کے تمھاری سسرال میں کسی باہمن کو بھیجتے ہیں۔ جو بات چیت چاہیں ٹھیک کر لاوے [1] اور سبھ گھڑی سُبھ مہورت دیکھ کے رانی کیتکی کے ماں باپ کے پاس بھیجا۔

باہمن جو شُبھ گھڑی دیکھ کر بڑ بڑی سے گیا تھا، اس پر بری گھڑی پڑی۔ سنتے ہی رانی کیتکی کے باپ نے کہا: "ان کے ہمارے ناتا نہیں ہونے کا۔ ان کے باپ دادے ہمارے باپ دادوں کے آگے سدا ہاتھ جوڑ کے باتیں کیا کرتے تھے اور جو ٹک تیوری چڑھی دیکھتے تھے، تو بہت ڈرتے تھے۔ کیا ہوا جو اب وہ بڑھ گئے اور اونچے پر چڑھ گئے۔ جس کے ماتھے ہم بائیں پاؤں کے انگوٹھے سے ٹیکا لگا دیں وہ مہاراجوں کا راجا ہو جائے، کس کا منھ جو یہ بات ہمارے منھ پر لائے۔"

باہمن نے جل بھُن کے کہا: "اگلے بھی ایسے ہی کچھ بچارے ہوئے ہیں۔ اور راجا سورج بھان بھی بھری سبھا میں یہی کہتے تھے، ہم میں ان میں کچھ گوت کا تو میل نہیں ہے، پر کنور کی ہٹ سے کچھ ہماری نہیں چلتی۔ نہیں تو ایسی اوچھی بات کب ہمارے منھ سے نکلتی ہے؟"

یہ سنتے ہی ان مہاراج نے باہمن کے سر پر پھولوں کی چھڑی پھینک ماری اور کہا: "جو باہمن کی ہتیا کا دھڑکا نہ ہوتا تو تجھ کو ابھی چکی میں دلوا ڈالتا۔" اور اپنے لوگوں

---

[1] اصل و نسخۂ عبد الحق:۔ اور سبھ گھڑی شُبھ مہورت دیکھ کے رانی کیتکی کے ماں باپ کے پاس بھیجا۔×

سے کہا: "اس کو لے جاؤ اور ایک اندھیری کوٹھری میں مُوند رکھو۔"

جو اس بامھن پہ بیتی سو سب کنور اودے بھان کے باپ نے سنی۔ سُنتے ہی لڑنے کی ٹھان اپنا ٹھاٹھ باندھ کر دَل بادل جیسے گھِر آتے ہیں چڑھ آیا۔ جب دونوں مہاراجوں میں لڑائی ہونے لگی، رانی کیتکی ساون بھادوں کے روپ سے رونے لگی، اور دونوں کے جی پر یہ آ گئی —— یہ کیسی چاہت ہے جس میں لوہو برسنے لگا اور اچھی باتوں کو جی ترسنے لگا۔ کنور نے چپکے سے یہ لکھ بھیجا: "اب میرا کلیجا ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا ہے۔ دونوں مہاراجوں کو آپس میں لڑنے دو، کسی ڈول سے جو ہو سکے، تو تم مجھے اپنے پاس بلا لو، ہم تم دونوں مل کے کسی اور دیس کو نکل چلیں، جو ہونی ہو سو ہو، سر رہتا ہے جاتا جائے۔"

ایک مالن جس کو پھول کلی کر سب پکارتے تھے، ان نے اس کنور کی چِٹّھی کسی پھول کی پنکھڑی میں لپیٹ سپیٹ کے رانی کیتکی تک پہنچا دی۔

رانی نے اس چٹھی[۱] سے آنکھیں اپنی ملیں اور مالن کو ایک تھال بھر کے موتی دیے اور اس[۲] چٹھی کی پیٹھ پر اپنے منھ کی پیک سے یہ لکھا: "اے میرے جی کے گاہک جو تو مجھے بوٹی بوٹی کر کے چیل کوّوں کو دے ڈالے، تو بھی میری آنکھوں[۳] چین، اور

۱؎ ہندی متن: ـ رانی نے اس چٹھی کو اپنی آنکھوں لگایا اور مالن

۲؎ نسخۂ عبدالحق: ـ اس × ۳؎ نسخۂ عبدالحق: ـ آنکھیں کو چین کلیجے میں سکھ ہووے۔ پر یہ بات

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کلیجے سکھ ہووے۔ پر یہ بات بھاگ چلنے کی اچھی نہیں، اس میں ایک باپ دادے کو چوٹ لگ جاتی ہے، اور جب تک ماں باپ جیسا کچھ ہوتا چلا آیا ہے اسی ڈول سے بیٹے بیٹی کو کسی پر ٹیک نہ ماریں اور سر سے کسی کے چھینک نہ دیں، تب تک یہ ایک جی تو کیا، جو کروڑ جی جاتے رہیں پر بھاگنے کی کوئی بات ہمیں تو رچتی نہیں۔"

یہ چھٹی بیک بھری جو کنور تک جا پہنچتی ہے۔ اس پر وہ کئی ایک سونے کے ہیرے موتی، پکھراج کے کھچاکھچ بھرے ہوئے تھال نچھاور کرکے لٹا دیتا ہے۔ اور جتنی اس کی بکلی تھی، اس سے چوگنی پچگنی ہو جاتی ہے اور اس چھٹی کو اپنے گورے ڈنڈ پر باندھ لیتا ہے۔

آنا جوگی مہندر گر کا، کیلاس پہاڑ سے اور ہرن ہرنی کر ڈالنا کنور اودے بھان اور اسکے ماں باپ کا

جگت پرکاس اپنے گرو کو جو کیلاس پہاڑ پر رہتا تھا، یوں لکھ بھیجتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۴ سے آگے) بھاگ چلنے کی اچھی نہیں۔ ڈول سے بیٹا بیٹی کے باہر ہے۔ جی تجھ سے پیارا نہیں، ایک تو کیا جو کروڑ جی جاتے رہیں پر بھاگنے کی کوئی بات ہمیں رچتی نہیں۔

لہ نسخۂ عبدالحق:۔ اور چھٹی سے اس کی بکلی چوگنی پچگنی ہو جاتی ہے۔ ؎ نسخۂ عبدالحق:۔ گورے

؎ ہندی متن:۔ پہاڑ پر سے اور کنور اودے بھان اور اس کے ماں باپ کو ہرنی ہرن کر ڈالنا۔

کچھ ہماری سہلائے کیجیے، مہا کٹھن بپتا ہم ماروں کو پڑی ہے۔ راجا سورج بھان کو اب یہاں تک باؤ بھک نے لے لیا ہے جو انھوں نے ہم سے مہاراجوں سے ناتے کا ڈول کیا ہے۔

سراہنا جوگی جی کے[1] استھان کا

کیلاس پہاڑ جو اکڈال چاندی کا ہے، اس پر راجا جگت پرکاس کا گروُ، جس کو اندرلوک کے سب لوگ مہندر گر کہتے تھے۔ دھیان گیان میں کوئی نوّے لاکھ اتیتوں کے ساتھ ٹھاکر کے بھجن میں دن رات رہا کرتا تھا۔ سونا، روپا، تانبے[2] رانگے کا بنانا تو کیا اور گٹکا منھ میں لے کے اڑنا در کے[3] رہے۔ اس کو اور باتیں ایس ایس ڈھب کی دھیان میں تھیں، جو کچھ کہنے اور سننے سے باہر ہیں۔ مینھ سونے روپے کا برسا دینا اور جس روپ میں چاہنا ہو جانا، سب کچھ اس کے آگے ایک کھیل تھا۔ اور گانے میں اور بین[4] بجانے میں مہادیو جی چھٹ، سب اس کے آگے کان پکڑتے تھے۔

---

[1] اصل و نسخۂ عبدالحق:۔ سراہنا جوگی جی کے استھان کا ×

[2] ہندی متن:۔ پیرے

[3] نسخۂ عبدالحق:۔ کی

[4] ایضاً:۔ اور بین بجانے میں ×

سرسوتی جس کو ہندو کہتے ہیں آدھ[1] شکتی، ان نے بھی اسی سے کچھ کچھ گنگنا نا سیکھا تھا۔ اس کے سامنے چھ راگ، چھتیس راگنیاں آٹھ پہر روپ بندھیوں[2] کا سادھرے ہوئے اس کی سیوا میں سدا ہاتھ جوڑے کھڑی رہتی تھیں، اور وہاں اتیتوں کو یہ کہہ کر پکارتے تھے۔ بھیروں گر، بھبھاس گر، ہنڈول گر، میگھ ناتھ کدار ناتھ دیپک داس، جوتی سروپ، سارنگ روپ اور اتیتیاں اس ڈھب سے کہلاتی تھیں۔ گوجری، ٹوڑی[3]، اساوری، گوری، مالسری، بلاولی[3]، جب چاہتا تھا، ادھر میں سنگھا پر بیٹھ کر اڑائے پھرتا تھا۔ اور نوے لاکھ اتیت گٹکے اپنے اپنے منھ میں لیے ہوئے گیروے بسترے پہنے، جٹا بکھیرے اس کے ساتھ ہوتے تھے۔

جس گھڑی[4] راجا جگت پرکاس کی چیٹھی ایک بگولا[6] لے پہنچتا ہے۔ جوگی مہندر گر ایک چنگھاڑ مار کے دل بادلوں کو تہلکا دیتا ہے۔ بگھمبر پر بیٹھ، بھبھوت اپنے

---

[1] اصل دہندی متن :۔ آدھ شکتی x

[2] نسخۂ عبدالحق :۔ بندھوؤں

[3] ایضاً :۔ توڑی [3] بلاول

[4] ہندی متن :۔ جس گھڑی رانی کیتکی کے باپ کی چیٹھی ایک بگلا اس کے گھر تک پہنچا دیتا ہے
گرو مہیندر گر

[6] نسخۂ عبدالحق :۔ بگولے

مُنھ کو مَل، کچھ کچھ بڑ ھنت کرتا ہوا، باؤ کے گھوڑے کی پیٹھ پر لاگا، اور سب اتیت مرگ چھالوں پر بیٹھے ہوئے، گٹکے مُنھ میں لیے ہوئے بول اٹھے "گورکھ جاگا مچھندر بھاگا"۔ ایک آنکھ کی جھپک میں وہاں آن پہنچتا ہے جہاں دونوں مہاراجوں میں لڑائی ہو رہی تھی۔ پہلے تو ایک کالی آندھی آئی، پھر اولے برسے، پھر ٹڈی آئی۔ کسی کو اپنی سدھ بدھ نہ رہی۔ ہاتھی گھوڑے اور جتنے لوگ اور بھیڑ بھاڑ راجا سورج بھان کی تھی، کچھ نہ سمجھا گیا کدھر گئی، انھیں کون اٹھالے گا اور راجا جگت پرکاس جی کے لوگوں پر اور رانی کیتکی جی کے لوگوں پر کیوڑے کی بوندوں کی ننھی ننھی پھوار سی پڑنے لگی۔ جب یہ سب کچھ ہو چکا تو گرو جی نے اپنے اتیتیوں سے کہہ دیا: "اودے بھان، سورج بھان، لچھمی باس، ان تینوں کو ہرن ہرنی بنا کر کسی بَن میں چھوڑ دو۔ اور جو ان کے ساتھی ہوں ان سبھوں کو توڑ پھوڑ دو"۔ جیسا کچھ گرو جی نے کہا جھٹ پٹ وہیں کیا۔ بپت کا مارا کنور اودے بھان جی اور اس کا باپ وہ مہاراجا سورج بھان جی اور اس کی ماں وہ رانی لچھمی باس ہرن ہرنی بن، بن کی ہری ہری گھاس کئی برس تک چرتے رہے۔ اور اس بھیڑ بھڑکے کا تو کچھ نقل بیڑا نہ ملا جو، کدھر

لہ اصل و نسخۂ عبدالحق: ۔ مچھندر بھاگا ×

ٓلہ نسخۂ عبدالحق: ۔ پھر ایک بڑی آندھی آئی

ٓلہ ایضاً: ۔ چگتے

گئی اور کہاں تھی۔

بس[1] یہاں کی یہیں رہنے دو پھر سنو! اب رانی کیتکی کی بات اور مہاراجا جگت پرکاس کی سنیے۔ ان کے گھر کا گھر گرو جی کے پاؤں پر گرا، اور سب نے سب سر جھکا کر کہا: "مہاراج یہ آپ نے بڑا کام کیا، ہم سب کو رکھ لیا، جو آج آپ آنہ پہنچتے تو کیا رہا تھا۔ سب نے مرمٹنے کی ٹھان لی تھی۔ ان پاپیوں سے کچھ نہ چلے گی، یہ جان لی تھی۔ راج پاٹ سب ہمارا آپ نچھاور کر کے جس کو چاہیے دے ڈالیے، ہم سب کو اتیت بنا کے اپنے ساتھ لیجیے، راج ہم سے نہیں تھمتا، سورج بھان کے ہاتھ سے آپ نے بچایا اب کوئی ان کا چچا چندر بھان چڑھ آدے گا تو کیوں کر بچنا ہوگا؟ اپنے آپ میں تو سکت نہیں، پھر ایسے[2] راج کا پھٹے منھ کہاں تک آپ کو ستایا کریں گے۔"

یہ سن کر جوگی مہندر گر نے کہا: تم سب ہمارے بیٹا بیٹی ہو، آنندیں کرو، دندناؤ، سکھ چین سے رہو، ایسا وہ کون ہے جو تمھیں آنکھ بھر کر اور ڈھب سے دیکھ سکے، وہ بگھمبر اور یہ بھبھوت ہم نے تمھیں دیا، آگے جو کچھ ایسی گاڑھ پڑے تو

---

[1] نسخۂ عبدالحق: ـ یہاں کی یہاں ہی رہنے دو۔ آگے سنو، اب رانی کیتکی کی بات۔ اور راجا جگت پرکاس کی سنیے۔ ان کے

[2] نسخۂ عبدالحق: ـ پھر ایسی راجہ کا پھٹے منھ ہم کہاں تک

اس بگھمبر میں سے ایک رونگٹا توڑ کر آگ پر دھر کے پھونک دیجو۔ وہ رونگٹا پھکنے نہ پاوے گا جو بات کی بات[1] میں ہم آن پہنچیں گے۔ رہا بھبھوت، سو اس لیے ہے جو کوئی چاہے جب اسے انجن کرے، وہ سب کچھ دیکھ لے اور اسے کوئی نہ دیکھے، جو چاہے سو کرے۔"

لانا گرو جی کا راجا کے گھر[2]

گرو مہندر گرجن کے پاؤں پوجیے اور دھن مہاراج کہیے۔ ان سے تو کچھ چھپاؤ نہ تھا۔ مہاراجا جگت پرکاس ان کو مورچھل کرتے ہوئے اپنی راینوں کے پاس لے گئے۔ سونے روپے کے پھول ہیرے موتی گود بھر بھر سب نے نچھاور کیے اور ماتھے رگڑے۔ انھوں نے سب کی پیٹھیں ٹھوکیں۔ رانی کیتکی نے بھی گرو جی[3] کو ڈنڈوت کی، پر جی ہی جی میں بہت سی گرو جی کو گالیاں دیں۔ گرو جی سات دن سات راتیں یہاں رہ کے راجا جگت پرکاس کو سنگاسن پر بٹھا کے اپنے بگھمبر پر بیٹھ[4] اسی

---

[1] اصل و نسخۂ عبد الحق :- بات کی بات میں ×

[2] ایضاً :- لانا گرو جی کا راجا کے گھر ×

[3] ایضاً :- گرو جی ×

[4] ایضاً :- بیٹھ ×

ڈول سے کیلاس پہاڑ پر آدھمکے۔ اور راجا جگت پرکاس اپنے اگلے ڈھب سے راج کرنے لگے۔

رانی کیتکی کا مدن بان کے آگے رونا، پچھلی باتوں کا دھیان کر کے ہاتھ جی سے دھونا

دوہے[1]، اپنی بولی کی دھن میں

رانی کو بہت سی بے کلی تھی
کب سوجھتی کچھ بُری[2] بھلی تھی
چپکے چپکے کراہتی تھی
جینا اپنا نہ چاہتی تھی
کہتی تھی کبھی اری مدن بان
ہے آٹھ پہر مجھے وہی دھیان
یاں پیاس کسے بھلا کسے بھوکھ
دیکھوں ہوں وہی ہرے ہرے دکھ
ٹپکے گا ڈر ہے، اب یہ کہیے[3]
چاہت کا گھر ہے اب یہ کہیے[4]
امریوں میں ان کا وہ اترنا
اور رات کا سائیں سائیں کرنا
اور چپکے سے اٹھ کے میرا جانا
اور تیری وہ چاہ کا جتانا

---

[1] نسخۂ عبدالحق:۔ دوہے ×

[2] ایضاً:۔ سوجھتی وہ بری

[3،4] ایضاً:۔ کہیے

ان کی وہ اُتار انگوٹھی لینی — اور اپنی انگوٹھی اُن کو دینی
آنکھوں میں مری وہ پھر رہی ہے — جی کا جو رُوپ تھا وہی ہے
کیوں کر انھیں بھُولوں کیا کروں میں — ماں باپ سے کب تلک ڈروں میں
اب میں نے سُنا ہے اے مدن بان — بن بن کے ہرن ہوئے اودے بھان
چرتے ہوں گے ہری ہری دُوب — کچھ تو بھی پسیج سوچ میں ڈُوب
میں اپنی گئی ہوں چوکڑی بھُول — مت مجھ کو سُنگھا یہ ڈہڈہے پھُول
پھولوں کو اٹھا کے یاں سے لے جا — سو ٹکڑے میرا ہوا کلیجا
بکھرے جی کو نہ کر اکٹھا — اک گھاس کا لا کے رکھ دے گٹھا
ہریالی اسی کی دیکھ لوں میں — کچھ اور تو تجھ کو کیا کہوں میں
ان آنکھوں میں ہے پھڑک[1] ہرن کی — پلکیں ہوئیں جیسے[2] گھاس بن کی
جب دیکھیے ڈبڈبا رہی ہیں — اوسیں آنسو کی چھا رہی ہیں
یہ بات جو جی میں گڑ گئی ہے — اک اوس سی مجھ پہ پڑ گئی ہے

اسی ڈول سے جب اکیلی ہوتی تھی، تب مدن بان کے ساتھ ایسے ہی موتی پروتی تھی۔

---

[1] نسخۂ عبدالحق :- بھڑک

[2] ایضاً :- جیسی

بھبھوت[1] مانگنا رانی کیتکی کا اپنی ماں رانی کام لتا سے، آنکھ مچول کھیلنے کے لیے اور رُوٹھ رہنا اور راجا جگت پرکاس کا بلانا اور پیار سے کچھ کچھ کہنا اور وہ بھبھوت دینا

ایک رات رانی کیتکی نے اپنی ماں، رانی کام لتا سے بھلاوے میں ڈال کے یہ پوچھا "گرو جی گسائیں مہندر گر نے جو بھبھوت میرے[2] باپ کو دیا تھا وہ کہاں رکھا ہوا ہے اور اس سے کیا ہوتا ہے؟"۔

اُس[3] کی ماں نے کہا "میں تیرے واری، تو کیوں پوچھتی ہے"؟

رانی کیتکی کہنے لگی: "آنکھ مچول کھیلنے کے لیے چاہتی ہوں۔ جب اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیلوں اور چور بنوں تو کوئی مجھ کو پکڑ نہ سکے"۔

---

[1] ہندی متن:۔ رانی کیتکی کا چاہت سے بیکل ہونا اور مدن بان کا ساتھ دینے سے نہیں کرنا، اور لیتا اسی بھبھوت کا، جو گرو جی دے گئے تھے، آنکھ مچولی کے بہانے اپنی ماں رانی کام لتا سے۔

[2] اصل و نسخۂ عبدالحق:۔ میرے ×

[3] ہندی متن:۔ رانی کام لتا بول اٹھی۔ تیرے

رانی کام لتا نے کہا: "وہ کھیلنے کے لیے نہیں ہے۔ ایسے لٹکے کسی بُرے دن کے سنبھال[1] لینے کو ڈال رکھتے ہیں۔ کیا جانے کوئی گھڑی کیسی ہے، کیسی نہیں۔"

رانی کیتکی اپنی ماں کی اس بات سے اپنا منھ تھتھا کے اٹھ گئی اور دن بھر کھانا[2] نہ کھایا۔ مہاراج نے جو بلایا تو کہا "مجھے رُچ نہیں۔"

تب رانی کام لتا بول اٹھیں: "اجی کچھ تم نے سنا بھی؟ بیٹی تمھاری آنکھ مچول کھیلنے کے لیے وہ بھبھوت گرو جی کا دیا ہوا مانگتی تھی، میں نے نہ دیا اور کہا، لڑکی یہ لڑکپن کی باتیں اچھی نہیں۔ کسی بُرے دن کے لیے گرو جی دے گئے ہیں۔ اسی پر مجھ سے روٹھی ہے۔ بہتیرا بہلاتی پھسلاتی ہوں، مانتی نہیں۔"

مہاراج نے کہا: "بھبھوت تو کیا، مجھے تو اپنا جی بھی اس سے پیارا نہیں، اس کے ایک گھڑی بھر کے بہل جانے پہ ایک جی تو کیا، جو کروڑ[3] جی ہوں تو دے ڈالوں۔"

رانی کیتکی کو ڈبیا میں سے تھوڑا سا بھبھوت دیا۔ کئی دن تک آنکھ مچول اپنے ماں باپ کے سامنے سہیلیوں کے ساتھ کھیلتی، سب کو ہنساتی رہی، جو سو سو تھال موتیوں کے نچھاور ہوا کیے۔ کیا کہوں، ایک چہل تھی، جو کہیے تو کروڑوں پوتھیوں میں

---

[1] اصل: سمھال

[2] نسخۂ عبدالحق: دن بھر بن کھائے پیے پڑی رہی۔

[3] ایضاً: لاکھ جی ہوں تو دے ڈالیے۔

جوں کی توں نہ آسکے۔

رانی کیتکی کا چاہت سے بیکل ہوا پھرنا، اور مدن بان کا ساتھ دینے سے نہیں کرنا

ایک رات، رانی کیتکی اسی دھیان میں اپنی مدن بان سے یوں[1] بول اٹھی۔ "اب میں نگوڑی لاج سے کٹ کرتی ہوں تو میرا ساتھ دے۔"

مدن بان نے کہا "کیوں کر؟"

رانی کیتکی نے وہ بھبھوت کا لینا اسے بتایا[2] اور یہ سنایا: "سب یہ آنکھ چوّل کی جھلیں میں نے اسی دن کے لیے کر رکھی تھیں۔"

مدن بان کہنے لگی "میرا کلیجا تھرتھرانے لگا، اری[3] یہ مانا تم اپنی آنکھوں میں اس بھبھوت کا انجن کر لوگی اور میرے بھی لگا دو گی تو ہمیں تمھیں کوئی نہ دیکھے گا۔ اور ہم تم سب کو دیکھیں گے، پر ایسے ہم کہاں سے جی چلے ہیں، جوبن[4] ساتھ، جوبن

---

[1] نسخہ عبدالحق :۔ سے کہہ اٹھی،

[2] ایضاً :۔ جتایا

[3] ایضاً :۔ اے یہ

[4] ایضاً :۔ جوبن لیے ساتھ جوبن ساتھ بن بن بھٹکا کریں۔

لیے بن بن ہی پڑے بھٹکا کریں۔ اور ہرنوں کے سینگوں میں دونوں ہاتھ ڈال کے لٹکا کریں۔ اور جس لیے یہ سب کچھ ہے، سو وہ کہاں ۔؟ اور ہووے تو کیا جانے جو یہ رانی کیتکی جی اور یہ مدن بان نگوڑی بچی کھسوٹی ان کی سہیلی ہے۔ جو ٹھے اور بھاڑ میں جائے یہ چاہت جس کے لیے آپ کو ماں باپ، راج پاٹ، سکھ نیند، لاج کو چھوڑ کر، ندی کی کچھاڑوں میں پھرنا پڑے، سو بھی بے ڈول۔ جو وہ اپنے روپ میں ہوتے تو بھلا تھوڑا بہت کچھ آسرا تھا۔ ناجی یہ تو ہم سے نہ ہو سکے گا۔ جو مہاراج جگت پرکاس اور مہارانی کام لتا کا ہم جان بوجھ کر گھر اجاڑیں اور بہکا کے ان کی بیٹی جو اکلوتی لاڈلی ہے، اس کو لے جاویں اور جہاں تہاں اسے بھٹکا دیں اور بنا سپتی کھلاویں اور اپنے پونڈے کو ہلاویں —— اے جی اس دن تمھیں یہ بوجھ نہ آئی تھی جب تمھارے اور اس کے ماں باپ میں لڑائی ہو رہی تھی اور ان نے اس مالن کے ہاتھ تمھیں لکھ بھیجا تھا۔ جو مجھے اپنے پاس بلالو۔ مہاراجوں کو آپس میں لڑنے دو۔ جو ہونی ہو سو ہو، ہم تم مل کے کسی دیس کو نکل چلیں۔ تب تو اپنے منھ کی پیک سے اس کی چٹھی کی پیٹھ پر جو لکھا تھا سو کیا بھول گئی۔ اس دن نہ سمجھی۔ تب تو وہ تاؤ بھاؤ دکھایا تھا۔ اب جو وہ کنور اودے بھان اور ان کے ماں باپ تینوں

لہ اصل ونسخۂ عبدالحق :۔ آپ کو ×

ٹہ نسخۂ عبدالحق :۔ بھاگ چلیں، تب تو اپنے منھ

جنے ہرن ہرنی بنے ہوئے کیا جانے کدھر ہوں گے۔ ان کے دھیان پر رہ کر بیٹھے جو کسی نے تمھارے گھرانے بھر میں نہیں کی، اچھی نہیں۔ اس بات پر پانی ڈال دو، نہیں تو بہت پچھتاؤ گی، اور اپنا کیا پاؤ گی۔ مجھ سے تو کچھ نہ ہو سکے گا۔ تمھاری جو کچھ اچھی بات ہوتی تو جیتے جی میرے منھ سے نہ نکلتی۔ پر یہ بات میرے پیٹ میں نہیں پچ سکتی۔ تم ابھی الھڑ ہو۔ تم نے ابھی کچھ دیکھا نہیں۔ جو اس بات پر تمھیں سچ مچ ڈھلتا دیکھوں گی، تو تمھارے ماں باپ سے کہہ کر وہ بھبھوت جو موا گوڑا بھبوت، بھگندر کا پوت، ابدھوت دے گیا ہے، ہاتھ مروڑوا کے چھنوا لوں گی۔"

رانی کیتکی نے یہ رکھائیاں مدن بان کی سن کر ہنس کے ٹال دیا۔ اور کہا "جس کا جی ہاتھ میں نہ ہو، اُسے ایسی لاکھوں سوجھتی ہیں۔ پر کہنے اور کرنے میں بہت سا پھیر ہے۔ یہ بھلا کوئی اندھیر ہے۔ جو ماں باپ، راج پاٹ، لاج کو چھوڑ کر ہرن کے پیچھے پڑی دوڑتی، کرچھالیں مارتی پھروں۔ پر اری تو بڑی باولی چڑیا ہے، جو تو نے یہ بات ٹھیک ٹھاک جان لی اور مجھ سے لڑنے لگی۔"

رانی کیتکی کا بھبھوت آنکھوں میں لگا کر گھر سے باہر نکل جانا اور چھوٹے بڑوں کا تلملانا

دس پندرہ دن پیچھے، ایک رات رانی کیتکی بن کہے مدن بان کے، وہ بھبھوت آنکھوں میں لگا کر گھر سے باہر نکل گئی اور کچھ کہنے میں نہیں آتا، جو ماں

باپ پر ہوتی۔ سب نے یہ بات ٹھہرا دی، گرو جی نے کچھ سمجھ کر رانی کیتکی کو اپنے پاس بلا لیا ہوگا۔ مہاراجا جگت پرکاس اور مہارانی کام لتا، راج پاٹ سب کچھ اس بروگ میں چھوڑ چھاڑ ایک پہاڑ کی چوٹی پر جا بیٹھے اور کسی کو اپنے لوگوں میں سے راج تھامنے کو چھوڑ گئے۔

بہت دنوں پیچھے ایک دن مہارانی نے مہاراج جگت پرکاس سے کہا "رانی کیتکی کا کچھ بھید جانتی ہوگی تو مدن بان جانتی ہوگی، اسے بلا کر تو پوچھو۔"

مہاراج نے اسے بُلا کر پوچھا تو مدن بان نے سب باتیں کھولیاں۔

رانی کیتکی کے ماں باپ نے کہا "اری مدن بان! جو تو بھی اس کے ساتھ ہوتی تو کچھ ہمارا جی ٹھہرتا۔ اب جو وہ تجھے لے جاوے تو کچھ ہچر مچر نہ کیجو۔ اس کے ساتھ ہو لیجو، جتنا بھبھوت ہے، تو اپنے پاس رکھ، ہم کیا اس راکھ کو چولھے میں ڈالیں گے؟ گرو جی نے تو دونوں راجوں کا کھوج کھو دیا۔ کنور اودے بھان اور اس کے ماں باپ دونوں بے ٹھور رہے اور جگت پرکاس، کام لتا کو یوں تلپٹ کیا۔ بھبھوت نہ ہوتا تو یہ باتیں کاہے کو سامنے آتیں"؟

ندان مدن بان بھی ان کے ڈھونڈھنے کو نکلی۔ انجن لگائے ہوئے۔ "کیتکی رانی کیتکی" کہتی ہوئی چلی جاتی تھی۔ بہت دنوں پیچھے کہیں رانی کیتکی بھی ہرنوں کی ڈاروں میں "اودے بھان، اودے بھان" چنگھاڑتی ہوئی آنکلی۔ جو ایک نے ایک کو تاڑ کر یوں پکارا۔

"اپنی اپنی آنکھیں دھو ڈالو"

ایک ڈیرے پر بیٹھ کے دونوں کی مٹ بھیڑ ہوئی، گلے مل کے ایسی روئیاں جو پہاڑوں میں کوک سی پڑ گئی۔

دوہا اپنی بولی کا

چھا گئی ٹھنڈی سانس جھاڑوں میں　　پڑ گئی کوک سی پہاڑوں میں

دونوں جنیاں ایک ٹیلے پر اچھی سی چھاؤں تاڑ کے آ بیٹھیاں۔ اور اپنی اپنی باتیں دہرانے لگیں۔

بات چیت رانی کیتکی کی مدن بان کے[1] ساتھ

رانی کیتکی نے اپنی بیتی سب کہی اور مدن بان وہ وہی اگلا جھینکنا جھینکا کی، اور ان کے ماں باپ نے ان کے لیے جو جوگ سادھا اور جو بروگ لیا تھا سب کہا۔ جب مدن بان یہ سب کچھ کہہ چکی تو پھر ہنسنے لگی۔ رانی کیتکی اس[2] کے ہنسنے پر رک کر یہ دوہا لگی پڑھنے۔

ہم نہیں ہنسنے سے[3] رکتے جس کا جی چاہے ہنسے
ہے وہی اپنی کہاوت، آپھنسے جی آ پھنسے

---

[1] نسخۂ عبدالحق:۔ مدن بان سے

[2] ایضاً:۔ رانی کیتکی یہ دوہا لگی پڑھنے۔ [3] ایضاً:۔ کو۔ اصل:۔ کے

اب تو سارا[1] اپنے پیچھے جھگڑا جھانٹا لگ گیا
پاؤں کا کیا ڈھونڈتی ہے جی میں کانٹا لگ گیا

[2] مدن بان سے کچھ رانی کیتکی کے آنسو پونچھتے سے چلے، ان نے یہ بات ٹھہرائی "جو تم کہیں ٹھہرو تو میں تمھارے اجڑے ہوئے ماں باپ کو چپ چاپ یہیں لے آؤں اور انھیں سے یہ بات ٹھہراؤں۔ گسائیں مہندر گر جس کے یہ سب کرتوت ہیں وہ بھی انھیں دونوں اجڑے ہوؤں کی مٹھی میں ہے اب بھی جو میرا کہا تمھارے دھیان چڑھے، تو گئے ہوئے دن پھر پھر سکتے ہیں، پر تمھارے کچھ بھاویں نہیں ہم کیا بڑے بکتے ہیں۔ میں اس پر بیڑا اٹھاتی ہوں۔"

بہت دنوں پیچھے[3] رانی کیتکی نے اس پر "اچھا" کہا اور مدن بان کو اپنے ماں باپ کے پاس بھیجا۔ اور چٹھی اپنے ہاتھوں[4] سے لکھ بھیجی، جو آپ سے کچھ ہو سکے تو اس جوگی سے یہ ٹھہرا کے آویں۔

مہاراج اور مہارانی کے پاس مدن بان کا پھر آنا

---

[1] نسخۂ عبدالحق :- اب تو اپنے پیچھے سارا جھگڑا

[2] ایضاً :- مدن بان کچھ رانی کیتکی کے آنسو پونچھنے چلی۔

[3] ایضاً :- بہت دنوں میں رانی کیتکی

[4] ایضاً :- ہاتھ

اور چت چاہی بات کا سُنانا

مدن بان رانی کیتکی کو چھوڑ کر راجا جگت پر کاس اور رانی کام لتا جس پہاڑ پر بیٹھے ہوئے تھے، وہاں جھٹ سے آدیس کر کے آکھڑی ہوتی ہے اور کہتی ہے "لیجیے آپ کا گھر نئے سرے بسا اور اچھّے دن آئے۔ رانی کیتکی کا ایک بال بھی بیکا نہیں[1] ہوا۔ انھیں کے ہاتھ کی یہ چِٹّھی لائی ہوں آپ پڑھ لیجیے، آگے جو[2] جی چاہے سو کیجیے۔"

مہاراج نے اسی بگھمبر میں سے ایک رونگٹا توڑ کر آگ پر دھر دیا۔ بات کی بات میں گسائیں مہندر گر آ پہنچے اور جو کچھ یہ نیا سانگ جوگی اور جوگن کا آیا تھا آنکھوں دیکھا۔ سب کو چھاتی سے لگایا اور کہا۔ "بگھمبر تو اسی لیے میں سونپ گیا تھا، جو تم پر کچھ ہووے تو اس کا ایک رونگٹا پھونک دیجو۔ تمھاری[3] یہ گت ہو گئی، اب تک تم کیا کر رہے تھے اور کن نیندوں سو رہے تھے۔ پر تم کیا کرو، وہ کھلاڑی جو رُوپ چاہے سو دکھاوے جو جو ناچ چاہے سو نچاوے، بھبھوت لڑکی کو کیا دینا

---

[1] نسخہ عبدالحق:۔ نہ۔ ہندی متن:۔ بانکا نہیں ہوا۔

[2] ایضاً:۔ سو

[3] ایضاً:۔ تمھارے گھر کی یہ گت ہو گئی۔

تھا۔ ہرن ہرنی تو اودے بھان اور سورج بھان اس کے باپ کو اور لچھمی باس کو میں نے کیا تھا، میر۔ آگے پھر اُن تینوں کو جیسے کا تیسا کرنا کچھ بڑی بات نہ تھی۔ اچھا، ہوئی سو ہوئی، اب چلو اٹھو، اپنے راج پر براجو، اور بیاہ کا ٹھاٹھ کرو۔ اب تم اپنی بیٹی کو سمیٹو، کنور اودے بھان کو میں نے اپنا بیٹا کیا اور اس کو لے کے میں بیاہنے چڑھوں گا۔"

مہاراج یہ سنتے ہی اپنی راج گدی پر آبیٹھے۔ اور اُسی گھڑی یہ کہہ دیا۔ "ساری چھتوں کو اور کوٹھوں کو گوٹے سے منڈھ لو اور سونے، روپے کے سنہرے روپہلے سہرے[1]، سب جھاڑ اور پہاڑوں پر باندھ دو اور پیڑوں میں موتی کی لڑیاں گوندھ دو اور کہہ دو، چالیس دن چالیس رات تک جس گھر ناچ آٹھ پہر نہ رہے گا، اُس گھر والے سے میں روٹھا رہوں گا، اور جانوں گا یہ میرے دکھ سکھ کا ساتھی نہیں، اور چھ مہینے جد کوئی چلنے[2] والا کہیں نہ ٹھہرے اور رات دن چلا جاوے۔" اس ہیر پھیر میں وہ راج تھا۔ سب کہیں یہی ڈول ہو گیا۔

جانا مہاراج اور مہارانی اور گسائیں مہندر گر کا

---

[1] نسخۂ عبدالحق: ۔ سہرے ×

[2] اصل: ۔ چلیّن والا

رانی کیتکی کے لینے کے لیے

پھر گرو جی اور مہاراج اور مہارانی، مدن بان کے ساتھ وہاں آ پہنچے، جہاں رانی کیتکی چپ چاپ سون[1] کھینچے بیٹھی تھی۔ گرو جی نے رانی کیتکی کو اپنی گود میں لے کے کنور اودے بھان کا چڑھاوا چڑھا دیا اور کہا "تم اپنے ماں باپ کے ساتھ اپنے گھر سدھارو۔ اب میں اپنے بیٹے کنور اودے بھان کو لیے[2] ہو آتا ہوں۔" گرو جی گسائیں جن کو ڈنڈوت ہے سو تو یوں[3] سدھارتے ہیں آگے جو ہو گی سو کہنے میں آوے گی۔

یہاں کی یہ دھوم دھام اور پھیلاوا اب[4] دھیان کیجیے۔ مہاراجا جگت پرکاس نے اپنے سارے دیس میں کہہ دیا[5] "یہ پکار دیں، جو یہ نہ کرے گا اس کی بری گت ہو گی۔ گاؤں گاؤں میں آمنے سامنے ترپولیے بنا بنا کے سوہی کپڑے ان پر لگا دو،

---

[1] نسخۂ عبدالحق:۔ سن

[2] ایضاً :۔ ہوئے ×

[3] ہندی متن :۔ وہ

[4] نسخۂ عبدالحق دا اصل اب ×

[5] ایضاً :۔ کہا۔

اور گوٹ دھنک کی اور گوکھرو ر دپہلے سنہرے اور کرنیں اور ڈانک ٹانک ٹانک رکھو اور جتنے بڑھ، ببیل کے پرانے پرانے پیڑ جہاں جہاں ہوں ان پر گوٹے[۱] کے پھولوں کے سہرے، بڑے[۲] بڑے ایسے جن[۳] میں سر سے لگا جڑ تلک ان کی ڈھلک[۴] اور جھلک پہنچے۔ باندھ دو۔ چونکا[۵]

پودھوں نے رنگا کے سوہے جوڑے پہنے
سو پاؤں میں ڈالیوں نے توڑے پہنے
بوٹے[۶] بوٹے نے پھل پھول کے گہنے پہنے
جو بہت نہ تھے تو تھوڑے پہنے

جتنے ڈنڈ ھے اور ہر پاؤں میں لہلہے پات تھے۔ سب[۷] نے اپنے اپنے ہاتھ میں جھجی مہندی کی رچاوٹ سجاوٹ کے ساتھ جتنی سماوٹ میں سما سکی کر اور جہاں

---

۱ نسخۂ عبدالحق:۔ گوٹوں

۲ ایضاً:۔ ہرے بھرے

۳ اصل و نسخۂ عبدالحق:۔ جس

۴ نسخۂ عبدالحق:۔ ٹھلک

۵ ایضاً:۔ چونکا ×

۶ ایضاً:۔ بوٹی بوٹی نے پھول پھل کے گہنے، جو

۷ اصل و نسخۂ عبدالحق:۔ سب نے ×

تلک نول بیاہی دُلہنیں[1] ننھی ننھی پھلیوں کی اور سہاگنیں نئی نئی کلیوں کی جوڑے پنکھڑیوں کے پہنے ہوئے تھیں، سب نے اپنی اپنی گود سہاگ اور پیار کے پھول اور پھلوں سے بھر لی اور تین برس کا بیا، سارے اس راجا کے راج بھر میں، جو لوگ دیا کرتے تھے، جس جس ڈھب سے ہوا کھیتی باڑی کر کے، ہل جوت کے اور کپڑا لتا بیچ کھونچ کے سو سب ان کو چھوڑ دیا[2] اور کہا "جو اپنے اپنے گھروں میں بناؤ کے ٹھاٹھ کریں اور جتنے راج بھر میں کنوئیں تھے، کھنڈسالوں کی کھنڈسالیں[3] ان میں انڈیلی گئیں اور سارے بنوں میں اور پہاڑ تلیوں میں لال ٹیٹوں[4] کی جھم جھماہٹ راتوں کو دکھائی دینے لگی اور جتنی جھیلیں تھیں، ان سب میں کُسنبھ اور ٹیسو اور ہار سنگار پڑ گیا[5] اور کیسری بھی تھوڑی تھوڑی گھلنے میں آ گئی۔ اور پھننگ سے لگا جڑ تلک جتنے جھاڑ جھنکاڑوں میں پتے اور پتیوں کے بندھے چھٹے[6] تھے، ان پر سنہری روپہلی

---

[1] نسخۂ عبدالحق :۔ دلہن

[2] ایضاً :۔ اور کہا جو ×

[3] ایضاً :۔ لے جا ان (ص)

[4] ہندی متن :۔ لال پٹوں :۔ نسخۂ عبدالحق :۔ لالٹینوں کی بہار جھم جھماہٹ

[5] نسخۂ عبدالحق :۔ تیر گیا

[6] ایضاً :۔ پھوٹے

ڈانک گوند لگا لگا کے چپکا دی۔ اور سبھوں[1] کو کہہ دیا گیا جو سو ہی پگڑی اور سو ہے باگے بن کوئی کسی ڈول کسی روپ سے پھرے چلے نہیں۔ اور جتنے گویّے، بجوٹے[2]، بھانڈ، بھیگتے، ڈھاڑی، رہس دھاری اور سنگیت پر[3] ناچنے والے تھے، سب کو کہہ دیا، جس جس گاؤں میں، جہاں جہاں ہوں، اپنے اپنے ٹھکانوں سے نکل کر اچھے اچھے[4] بچھونے بچھا کر گاتے، بجاتے، دھومیں مچاتے، کودتے رہا کریں۔

ڈھونڈنا گسائیں مہندر گر کا کنور اودے بھان اور اس کے ماں باپ کو، اور نہ پانا اور بہت سا تلملانا اور راجا اندر کا اس کی چٹھی پڑھ کے آنا۔

یہاں کی بات اور چہلیں جو کچھ ہیں سو یہیں رہنے دو۔ اب آگے یہ سنو! جوگی مہندر گر اور اس کے نوّے لاکھ اتیتوں نے سارے بن کے بن چھان مارے، پر کہیں

---

[1] نسخۂ عبد الحق :۔ سبھوں کو ×

[2] ایضاً :۔ بجوٹے

[3] ایضاً :۔ سنگیت ناچتے ہوئے ہوں، سب

[4] نسخۂ عبد الحق :۔ پر ×

کنور اودے بھان اور اس کے ماں باپ کا ٹھکانا نہ لگا۔ تب ان نے راجا اندر کو چٹھی لکھ بھیجی۔ اس چٹھی میں یہ لکھا ہوا تھا: "تینوں جنوں کو میں نے ہرن اور ہرنی کر ڈالا تھا، اب ان کو ڈھونڈتا پھرتا ہوں، کہیں نہیں ملتے۔ اور میری جتنی سکت تھی اپنی سی بہت کر چکا ہوں، اور اب میرے منھ سے نکلا، کنور اودے بھان میرا بیٹا اور میں اس کا باپ اور اس کی سسرال میں سب بیاہ کے ٹھاٹھ ہو رہے ہیں، اب مجھ پر بپت گاڑھ ہے۔ جو تم سے ہو سکے سو کرو۔"

راجا اندر[1] چٹھی کو دیکھتے ہی گرو مہندر گر کے دیکھنے کو سب اندراسن سمیٹ کر آپ آن پہنچتا ہے اور کہتا ہے: "جیسا آپ کا بیٹا ویسا میرا بیٹا۔ آپ کے ساتھ میں سارے اندر لوک کو سمیٹ کے کنور اودے بھان کو بیاہنے چڑھوں گا۔"

گسائیں مہندر گر نے راجا اندر سے کہا: "ہماری آپ کی ایک ہی بات ہے۔ پر کچھ ایسا سجھائیے جس میں وہ اودے بھان ہاتھ آویں۔ یہاں جتنے گویّے اور گائنیں ہیں ان سب کو ساتھ لے کے ہم اور آپ سارے بنوں میں پھر پھرا کہیں نہ کہیں ٹھکانا لگ جائے گا۔"

گرو[2] نے کہا: "اچھا۔"

---

[1] اصل دنسخہ عبدالحق: — راجا اندر چٹھی کو دیکھتے ہی × [2] ایضاً: — گرو نے کہا "اچھا" ×

ہرن اور ہرنیوں کے کھیل کا بگڑنا[1] اور نئے سر سے کنور اودے بھان کا روپ پکڑنا

ایک رات راجا اندر اور گسائیں مچھندر گر بھری ہوئی چاندنی میں بیٹھے راگ سُن رہے تھے۔ کڑوڑوں ہرن آس پاس آن کے[2] راگ کے دھیان میں چوکڑی بھولے[3] سر جھکائے کھڑے تھے۔ اتنے میں[4] راجا اندر نے کہا: "ان سب ہرنوں پر پڑھ کے میری سنگت گرو کی بھگت پھرے منتر ایشوری باچا؛ ایک ایک چھینٹا پانی کا دو۔" کیا جانئے وہ پانی کیسا تھا، پانی کے چھینٹے کے ساتھ ہی کنور اودے بھان اور ان کے ماں باپ تینوں جنے ہرنوں کا روپ چھوڑ کر جیسے تھے ویسے ہو جاتے ہیں۔ گسائیں[5] مچھندر گر اور راجا اندر ان تینوں کو گلے لگاتے ہیں اور پاس اپنے بڑی آؤ بھگت سے بٹھاتے ہیں اور وہی پانی کا گھڑا اپنے لوگوں

١۔ نسخۂ عبدالحق:- بگڑنا

٢۔ ایضاً:- اُن کے

٣۔ ایضاً:- بھولے

٤۔ ایضاً:- اِسں

٥۔ ایضاً:- گسائیں ×

کو دے کر وہاں بھجوا[1] دیتے ہیں جہاں سر منڈاتے ہی اولے پڑے تھے۔
راجا اندر کے لوگ جو پانی کے چھینٹے وہی ابیری باچ پڑھ کے دیتے ہیں، تو جو جو مر مٹے تھے، سب اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور جو جو ادھ موئے ہو کے بھاگ بچے تھے، سب سمٹ آتے ہیں۔ راجا اندر اور مہندر گر اکنور اودے بھان اور راجا سورج بھان اور رانی لچھمی باس کو لے کر ایک اڑن کھٹولے پر بیٹھ کے بڑی دھوم دھام سے ان کو[2] اپنے راج پر بٹھا کے بیاہ کے ٹھاٹھ کرتے ہیں۔ پسیریوں ہیرے موتی ان سب پر نچھاور ہوتے ہیں۔ راجا سورج بھان اور کنور اودے بھان اور ان کی ماں رانی لچھمی باس جیت جاہی آس پا کر پھولے اپنے آپ میں نہیں سماتے اور سارے اپنے راج کو یہی کہتے جاتے ہیں، "جو ترسے کبھو ترسے کے منھ کھول دو اور جس جس کو جو جو اکت سوجھے بول دو۔ آج کے دن سے اور کچھ سا دن ہوگا۔ ہماری آنکھوں کی پتلیوں کا جس سے چین ہے۔ اس لاڈلے اکلوتے کا بیاہ اور ہم تینوں کا ہرنوں کے روپ سے نکل کر پھر راج پر بیٹھنا۔ پہلے تو یہ چاہیے جن جن کی بیٹیاں بن بیاہیاں، کنواریاں، بالیاں ہوں ان سب کو اتنا کر دو جو اپنی جس جس چاہ[3] چوچ سے چاہیں اپنی اپنی گڑیاں سنوار کے اٹھا دیں اور جب

---

[1] نسخۂ عبدالحق:- بھیجوا

[2] ایضاً:- کے   [3] ایضاً:- چاؤ چوچ

تلک جیتی رہیں ہمارے یہاں سے سب کی سب کھایا پیا، پکایا ریندھا کریں اور سب راج بھر کی بیٹیاں سدا سہاگنیں بنی رہیں۔ اور سوہے راتے[1] چھٹ کبھی کوئی پکھو نہ پہنا کریں۔ اور سونے روپے کے کواڑ گنگا جمنی سب گھروں میں لگ جائیں اور سب کوٹھوں کے ماتھوں پر کیسر اور چندن کے ٹیکے لگے ہوں اور جتنے پہاڑ ہمارے دیس میں ہوں اتنے ہی روپے سونے کے پہاڑ آمنے سامنے کھڑے ہو جائیں اور سب ڈانگوں کی چوٹیاں موتیوں کی مانگ سے بن مانگے تانگے[2] بھر جائیں اور پھولوں کے گہنے اور بندن واروں سے سب جھاڑ پہاڑ لدے پھندے رہیں اور اس راج سے لگا اُس راج تک ادھر میں چھت سی باندھ دو۔ اور چپا چپا کہیں ایسا[3] نہ رہے، جہاں بھیڑ بھڑکا دھوم دھڑکا نہ ہو جائے۔ پھول اتنے بہت سارے کھل جائیں، جو ندیاں جیسے سچ مچ پھول کی بہتیاں ہیں یہ سمجھا جائے اور یہ ڈول کر دو جدھر سے دولھا کو بیاہنے چڑھیں سب لاڑلی اور ہیرے، اور پکھراج کی

---

[1] نسخۂ عبدالحق :- راتے

[2] اصل و نسخۂ عبدالحق :- تانگے ×

[3] ایضاً :- ایسا ×

[4] نسخۂ عبدالحق :- ہونا چاہیے۔

مڑیاں[1] ادھر ادھر کنول کی ٹٹیاں بن جائیں اور کیاریاں سی ہو جائیں، جن کے بیچوں بیچ سے ہو نکلیں اور کوئی ڈانگ اور پہاڑ تلے کا اُتار چڑھاؤ ایسا دکھائی نہ دے جس کی گود پنکھڑیوں[2] اور پھول اور پھلوں سے بھری بھتولی نہ ہو۔

راجا اندر کا ٹھاٹھ کرنا اودے بھان کے بیاہنے کے لیے

راجا اندر نے کہہ دیا، وہ[3] رنڈیاں چلبلیاں جو اپنے جوبن کے مد میں اڑ چلیاں ہیں، ان سے کہہ دو، سولہ سو[4] سنگار کر، بال بال گج موتی پرو دو۔ اپنے اچرج اور اچنبھے کے اڑن کھٹولوں کے اس راج سے[5] لے کر اس راج تک ادھر میں چھت سی باندھ دو۔ پر کچھ اس روپ سے اڑ چلو جو اڑن کھٹولوں کی کیاریاں اور پھلواریاں

---

1. اصل و نسخۂ عبد الحق: ۔ مڑیاں ×
2. نسخۂ عبد الحق: ۔ پکھڑیوں
3. ایضاً: ۔ وہ ×
4. ہندی متن و نسخۂ عبد الحق: ۔ سو ×
5. ایضاً: ۔ لے کر ×
6. نسخۂ عبد الحق: ایسے

سینکڑوں کوس تک ہو جائیں۔ اور اوپر ہی اوپر مردنگ، بین، جلترنگ،
منھ چنگ، گھنگرو، تبلے، کٹ تال، اور سینکڑوں اس ڈھب کے انوکھے
باجے بجنے آئیں اور ان کیاریوں کے بیچ میں ہیرے پکھراج ان بیدھے[1] موتیوں کے
جھاڑ اور لالٹینوں کی بھیڑ بھاڑ کی جھم جھماہٹ دکھائی دے اور انھیں لالٹینوں
میں سے ہتھ پھول، پھلجھڑیاں، جاہی جوہیاں، کدم، گیندا، چنبیلی اس ڈھب
سے چھوٹیں جو دیکھنوں کی چھاتیوں کے کواڑ کھل جائیں اور پٹاخے جو اچھل اچھل
کے پھوٹیں ان میں سے ہنستے[2] ستارے اور بولتے پکھرو ٹے ڈھل ڈھل پڑیں اور
جب تم سب کو ہنسی آوے، تو چاہیے اس ہنسی کے ساتھ موتی کی لڑیاں جھڑیں،
جو سب کے سب ان کو چُن چُن کے راج[3] راجے ہو جاویں۔ ڈومنیوں کے روپ
میں سارنگیاں چھیڑ چھیڑ سوہیلے گاؤ، دونوں ہاتھ ہلاؤ، انگلیاں نچاؤ۔ جو کسی نے
نہ سُنے ہوں وہ تاؤ بھاؤ، آؤ جاؤ، راؤ چاؤ دکھاؤ۔ ٹھڈیاں کپکپاؤ، اور ناک
بھویں تان تان بھاؤ بتاؤ کوئی پھٹ[4] کر رہ نہ جاوے۔ ایسا جماؤ[5] لاکھوں برس

---

[1] نسخۂ عبدالحق: ان بندھے

[2] ایضاً: ہنستی سیاری اور

[3] نسخۂ عبدالحق و اصل: رج راجے ہو جاویں

[4] اصل و نسخۂ عبدالحق: پھوٹ، [5] نسخۂ عبدالحق: بھاؤ

میں ہوتا ہے ۔"

جو چوراجا اندر نے اپنے مُنھ سے نکالا تھا آنکھ کی جھپک کے ساتھ وہ دہیں ہونے لگا اور جو کچھ ان دونوں مہاراجوں نے ادھر اُدھر کہہ دیا تھا، سب کچھ اسی روپ سے ٹھیک ٹھاک ہوگیا۔ جب بیاہنے کی یہ کچھ پھیلاوٹ اور جماوٹ اور رچاوٹ اُوپر تلے اس جمگھٹ[1] کے ساتھ ہوگی اس[2] کا اور کچھ پھیلاوا کیا کچھ ہوگا یہ دھیان کرلو۔

ٹھاٹھ کرنا[3] گسائیں مہندر گر کا

جب کنور اودے بھان کو وہ[4] اس روپ سے بیاہنے چڑھے، اور وہ باھمن جو اندھیری کوٹھڑی میں موندا ہوا تھا۔ اس کو بھی ساتھ لے لیا اور بہت سے ہاتھ جوڑے اور کہا ۔ باھمن دیوتا ہمارے کہنے سننے پر نہ جاؤ۔ تمھاری جو ریت ہوتی چلی آئی ہے، بتاتے چلو۔"

---

[1] نسخۂ عبدالحق :۔ جمگھٹے

[2] ایضاً :۔ ہو کر اس کا

[3] ایضاً :۔ کرنا ×

[4] ایضاً :۔ کو وہ ×

ایک اُڑن کھٹولے پر وہ بھی ریت بتانے کو ساتھ ہو لیا[1]۔ راجا اندر اور گتاس جھندر گمر ایراوت ہاتھی پر جھومتے جھلمتے، دیکھتے بھالتے سارا اکھاڑا لیے چلے جاتے تھے۔ راجا سورج بھان دولھا کے گھوڑے کے ساتھ مالا جپتا ہوا پیدل تھا۔

اتنے میں ایک سنّاٹا ہوا۔ سب گھبرا گئے۔ اس سنّاٹے میں سے وہ جو نوّے[2] لاکھ اتیت تھے، اب جوگی سے بنے ہوئے سب مالے موتیوں کی لڑیوں کے، سیلی گلے میں ڈالے ہوئے اور گاتیاں اُسی ڈھب کی باندھے ہوئے، مرگ چھالوں اور بگھمبروں پر آ ٹھہر گئے۔ لوگوں کے جیوں میں جتنی امنگیں چھا رہی تھیں، وہ جوگنی جگنی ہو گئیں۔ سکھپال اور چنڈولوں اور رتھوں پر جتنی رانیاں تھیں[3]، مہارانی لچھمی باس کے پیچھے چلی آتیاں[4] تھیں، سب کو گدگدیاں سی ہونے لگیں۔

اسی میں کہیں بھرتری کا سانگ آیا، کہیں جوگی جے پال آ کھڑے ہوئے۔ کہیں مہادیو جی اور پاربتی جی دکھائی پڑے، کہیں گورکھ جاگے، کہیں مچھندر ناتھ

---

[1] نسخۂ عبدالحق:۔ ہوا

[2] ایضاً:۔ جو جوگی کے نوّے لاکھ اتیت بنے تھے سب کے سب جوگی بنے ہوئے موتیوں کی لڑیاں کی سیلی گلوں میں ڈالے گاتیاں اسی

[3] نسخۂ عبدالحق:۔ تھیں ×

[4] ایضاً:۔ آتی۔

بھاگے۔ کہیں کچھ، مچھ، باراہ[1] نرسنگھ ہوئے۔ کہیں پرسرام، کہیں باون روپ، کہیں ہرناکس اور نرسنگھ، کہیں رام، لچھمن، سیتا سامنے آئے، کہیں راون اور لنکا کا بکھیڑا سارے کا سارا سا[2]منے دکھائی دینے لگا۔ کہیں کنہیا جی کا جنم اشٹمی میں ہونا اور باسدیو[3] کا گوکل لے جانا اور ان کا اس روپ سے بڑھ چلنا اور گائیں چرانی اور مرلی بجانی اور گوپیوں سے دھومیں مچانی اور رادھا[4] کا رس، اور کبجا کا بس کر لینا، وہی[5] کریل کی کنجیں، نبسی بٹ، چیر گھاٹ، بندرا بن سیوا کنج، برسانے میں رہنا اور اس کنہیا سے جو جو کچھ ہوا تھا، سب کا سب جوں کا توں آنکھوں میں آنا، اور[6] دوارکا میں جانا، اور وہاں[7] سونے کا گھر بنانا اور ادھر[8] برج کو نہ آنا اور سولہ سو گوپیوں کا تلملانا، سامنے آگیا۔ ان

---

[1] نسخۂ عبدالحق:- براہے

[2] اصل و نسخۂ عبدالحق:- سامنے ×

[3] اصل:- پارس دیو

[4] اصل:- رگھوبیکا

[5] نسخۂ عبدالحق:- کہیں

[6] اصل:- اور دوارکا میں .... نہ آنا ×

[7] نسخۂ عبدالحق:- وہیں، [8] ایضاً:- پھر

گو پیوں میں سے اودھو کا ہاتھ پکڑ کر ایک گوپن کے اس کہنے نے سب کو رُلا دیا جو اس ڈھب سے پول کے ان[1] سے رندھے ہوتے جی کو کھولتی تھی۔

کبت

جب چھانڑ کریل کی کنجن کوں، ہری دوارکا جیوماں جائے بسے
کل[2] دھوت کے دھام بنائے گھنے، مہاراجن کے مہاراج بھئے
تج مور مکٹ اَدو کا مریا گھبو اور ہی ناتے جوڑ لیے
دھرے روپ نئے، کیے نیہہ نئے اور گیاں چرائیو بھول گئے

اچھا پن گھاٹوں کا

[3] کوئی کیا کہہ سکے، جتنے گھاٹ دونوں راج کی ندیوں میں تھے۔ پکی[4] چاندی

---

[1] نسخہ عبدالحق:۔ اُن سے ×

[2] ایضاً:۔ کلدھوت

[3] اصل و نسخہ عبدالحق:۔ دلی کیا کہہ سکے ×

[4] ایضاً:۔ پکی

کے ٹھکّے سے ہو کر لوگوں کو ہکّا بکّا کر رہے تھے۔ نواڑیے، بھویلے، بجرے، لچکے، مور پنکھی، سونا مکھّی، سیام سُندر، رام سُندر اور جتنے[1] ڈھب کی ناویں تھیں۔ ستھرے روپے سے سجی سجائی، کسی کسائی اور سو سو لچکّے کھاتیاں، آتیاں جاتیاں، لہراتیاں پڑی پھرتیاں تھیں۔ ان سب پر بھی گویّے، کنچنیاں، رام جنیاں، ڈومنیاں، کھچاکھچ بھری ہوئی[2] اپنے اپنے کرتب میں ناچتی، گاتی بجاتی، کودتی پھاندتی دھومیں مچاتیاں، انگڑاتیاں، جمہاتیاں، انگلیاں نچاتیاں اور اُڈھلی[3] پھرتیاں تھیں۔

اور کوئی ناؤ ایسی نہ تھی جو سونے روپے کے پتّروں سے منڈھی ہوئی اور اساوری سے ڈھکی ہوئی نہ ہو۔ اور بہت سی ناووں پر ہنڈولے تھی اسی ڈھب کے، ان پر گائنیں بیٹھی جھولتی ہوئیں سوہلے[4]، کدارے اور باگیسری، کانہڑے میں گا رہی تھیں۔ دل بادل ایسے نواڑوں کے سب جھیلوں میں بھی چھا رہے تھے۔

---

[1] نسخۂ عبدالحق:۔ جتنی

[2] ایضاً:۔ ہوئی ×

[3] ایضاً:۔ ڈھلی

[4] اصل و نسخۂ عبدالحق:۔ سوطے

آ پہنچنا کنور اودے بھان کا بیاہ کے ٹھاٹھ کے ساتھ دلھن کی ڈیوڑھی پر

اِس دھوم دھام کے ساتھ کنور اودے بھان سہرا باندھے جب دُلھن کے گھر تلک آن پہنچا اور جو ریتیں[1] ان کے گھرانے میں ہوتی چلی آتیاں تھیں، ہونے لگیاں۔ مدن بان رانی کیتکی سے ٹھٹھولی کر کے بولی ــ "لیجیے اب سکھ سمیٹیے بھر بھر جھولی، سر نہوڑائے کیا بیٹھی ہو، آؤ نہ ٹک، ہم تم مل کے جھروکوں سے انھیں جھانکیں۔"

رانی کیتکی نے کہا "اری ایسی نچ[2] باتیں ہم سے نہ کر، ایسی ہمیں کیا پڑی جو اس گھڑی ایسی لری جھیل کر ریل پیل کر، اُبٹن اور تیل پھلیل میں بھری ہوئی ان کے جھانکنے کو جا کھڑی ہوں"۔؟

مدن بان اس رکھائی کو اُڑان گھائی کی انٹیوں[3] میں کر بولی۔

دوہے اپنی بولی کے

---

[1] نسخۂ عبدالحق:۔ جو ×

[2] ایضاً:۔ نلجی

[3] ہندی متن:۔ باتوں

یوں تو دیکھو دا چھڑے، جی دا چھڑے، جی دا چھڑے
ہم سے اب آنے لگی ہیں آپ یوں جھڑے کڑے
چھان مارے بن کے بن تھے آپ نے جن کے لیے
وہ ہرن جوبن کے مدہ میں، ہیں بنے دولہا کھڑے
تم نہ جاؤ دیکھنے کو جو انھیں، کچھ بات ہے
جھانکنے[۱] کے دھیان میں ہیں ان کے[۲] سب چھوٹے بڑے
ہے کہاوت "جی کو بھاوے، یوں ہی پر منڈیا ہلائے"
نے چلیں گے آپ کو ہم ہیں اسی دھن پر اڑے
سانس ٹھنڈی بھر کے رانی کیتکی بولی کہ "سچ
سب تو اچھا کچھ ہوا پر اب بکھیڑے میں پڑے"

واری پھیری ہونا مدن بان کا رانی کیتکی پر اور اس کی باس کا سونگھنا اور اُنیندے پن سے اونگھنا

---

۱ نسخۂ عبدالحق ہے جھانکنے اس

۲ ایضاً: ۔ کو

اُس گھڑی کچھ مدن بان کو رانی کیتکی کے ماںجھے[1] کا جوڑ اُلجھنا بھینا اور انکھڑیوں کا لجپیانا[2] اور بکھر اُبکھر اجانا، بھلا لگ گیا تو رانی کیتکی کی باس سونگھنے لگی، اور اپنی آنکھوں کو ایسا کر لیا، جیسے کوئی اونگھنے[3] لگتا ہے۔ سر سے لگا پاؤں تک واری پھیری ہو کے تلوے سہلانے لگی۔ تب[4] رانی کیتکی جھٹ سے ایک[5] دھیمی سی سِسکی پچکے کے ساتھ لے اُٹھی۔

مدن بان بولی: "میرے ہاتھ کے ٹھوکے سے وہی پاؤں کا چھالا دُکھ گیا ہوگا۔ جو ہرنوں کی ڈھونڈھا ڈھونڈھ میں پڑ گیا تھا۔"

اسی دُکھتی چٹکی کی چوٹ سے مسوس کر رانی کیتکی نے کہا: "کانٹا اڑا تو اڑا، اور چھالا پڑا تو پڑا، پر نگوڑی تو کیوں میری پنچھالا ہوئی۔"

سراہنا رانی کیتکی کے جوبن کا

---

[1] ہندی متن:۔ کیتکی کا بادلے کا جوڑا اور بھینا بھینا پت اور

[2] نسخۂ عبدالحق:۔ لجانا

[3] ایضاً:۔ کوئی کسی کو اُنگھنی لگتی ہے۔ سر سے

[4] ایضاً:۔ تب ×

[5] نسخۂ عبدالحق:۔ سے دھیمے سے ہنس کے لچکے کے ساتھ اٹھی۔

رانی کیتکی کا بھلا لگنا، لکھنے پڑھنے سے باہر ہے۔ وہ دونوں بھوؤں کی کھچاوٹ اور پتلیوں میں لاج کی سماوٹ اور نکیلی پلکوں کی[1] رُندھاہٹ اور ہنسی کی لگاوٹ دنتڑیوں میں مِسّی[2] کی اُداہٹ اور اتنی سی بات[3] پر رکاوٹ سے ناک اور تیوری چڑھا لینا اور سہیلیوں کو گالیاں دینا اور چل نکلنا اور ہرنوں کے روپ سے کرچھالیں مار پرے اچھلنا کچھ کہنے میں نہیں آتا۔

سراہنا کنور جی کے جوبن کا

کنور اودے بھان کے اچھے پن میں کچھ چل نکلنا کسی سے ہو نہ سکے۔ ہائے رے! ان کے[4] ابھار کے دنوں کا سہانا پن اور چال ڈھال کا اچھن بچھن، اٹھتی ہوئی کونپل کی پھبن اور مکھڑے کا گدرایا ہوا جوبن، جیسے بڑے تڑکے دھندلکے[5]، ہرے بھرے پہاڑوں کی گود سے[6] سورج کی کرن نکل آتی ہے، یہی روپ تھا۔ ان

---

[1] نسخۂ عبدالحق:۔ کے

[2] ایضاً:۔ مسیوں

[3] اصل و نسخۂ عبدالحق:۔ بات پر ×

[4] نسخۂ عبدالحق:۔ کی

[5] اصل و نسخۂ عبدالحق:۔ دھندلکے × [6] اصل و نسخۂ عبدالحق:۔ سے ×

کی بھبکیں مسوں سے رس کا ٹیکا پڑنا اور اپنی پرچھائیں دیکھ کر اکڑنا، جہاں تہاں چھانہ تھی[1] اس کا ڈول ٹھیک ٹھیک[2] ان کے پاؤں تلے جیسے دھوپ تھی[3]۔

دولھا اودے بھان کا سنگاسن پر بیٹھنا

دولھا اودے بھان سنگاسن پر بیٹھا، اور ادھر اُدھر راجا اندر اور جوگی جھنڈر گر جم گئے۔ دولھا کا باپ اپنے بیٹے کے پیچھے مالا لیے کچھ کچھ گنگنانے لگا، اور ناچ لگا ہونے اور ادھر میں جو اڑن کھٹولے اندر کے اکھاڑے کے تھے، سب کے سب اسی روپ سے چھت باندھے ہوئے تھرکا کیے۔ دونوں مہارانیاں سمدھنیں بن[4] آپس میں ملیاں جلیاں اور دیکھنے دکھانے کو کوٹھوں پر چندن کے کواڑ کے اڑتلوں میں آ بیٹھیاں۔ سانگ سنگیت بھنڈ تال، رہس ہونے لگا، جتنے راگ اور راگنیاں تھیں، ایمن[5] کلیان، سدھ[6] کلیان، جھنجوٹی، کانہڑا، کھماچ، سوہنی،

---

[1] اصل (نسخۂ عبدالحق):۔ تھی ×

[2] ایضاً:۔ ٹھاک

[3] اصل:۔ دھوپ تھا

[4] اصل (نسخۂ عبدالحق):۔ بن ×

[5] ایضاً:۔ یمن کلیان × [6] ایضاً:۔ سدھ کلیان ×

پرنج[1]، بھاگ، سورٹھ[2]، کالنگڑا، بھیروی، گھٹ، للت، بھیرول، روپ پکڑے ہوئے سچ مچ کے جیسے گانے والے ہوتے ہیں اسی روپ سے اپنے اپنے سمے پر گانے لگے اور گانے لگیاں۔ اس ناچ کا جوتا و بھاؤ رچاوٹ کے ساتھ ہوا، کس کا منھ جو کہہ سکے۔ جتنے وہاں مہاراجا[3] جگت پرکاس کے سُکھ چین کے گھر تھے، مادھو بلاس، رس دھام، کشن نواس، مچھی بھون، چندر بھون سب کے سب لپّے سے لیٹے[4] اور سچے موتیوں کی جھالریں[5] اپنی اپنی گانٹھ میں سمیٹے ہوئے ایک پھبن کے ساتھ متوالوں کے روپ سے جھوم جھوم، بیٹھنے والوں کے منھ چوم رہے تھے۔

بیچوں بیچ ان سب گھروں کے ایک آرسی دھام بنایا تھا، جس کی چھت اور کواڑ اور آنگن میں آرسی چھُٹ، کہیں لکڑی، اینٹ پتھر کی پُٹ[6]، ایک انگلی کی[7] پوری بھرنہ تھی۔ چاندی[8] کا جوڑا پہنے ہوئے، چودھویں رات جب گھڑی

---

[1] نسخۂ عبدالحق:۔ پرنچ ، [2] اصل و نسخۂ عبدالحق:۔ سوبرٹ

[3] اصل و نسخۂ عبدالحق:۔ مہاراجا جگت پرکاس ×

[4] نسخۂ عبدالحق:۔ لیٹی

[5] ایضاً: کے

[6] ایضاً:۔ کے مٹ

[7] ایضاً:۔ کے پورے۔ [8] ایضاً:۔ جالی

چھا ایک رہ گئی، تب رانی کیتکی سی دلھن کو اسی آرسی بھون میں بیٹھا کر دولھا کو بلا بھیجا۔ کنور اودے بھان کنھیا بنا ہوا سر پر مکٹ دھرے، سہرا باندھے اسی تڑادے اور جمگھٹ کے ساتھ چاند سا مکھڑا لیے جا پہنچا۔ جس جس ڈھب سے باتھن اور پنڈت کہتے گئے اور جو جو مہاراجوں میں رسمیں ہوتی چلی آتیاں تھیں، اسی ڈول سے اسی روپ سے بھونری گٹھ جوڑا سب کچھ ہو لیا۔

دوہے اپنی بولی کے

اب اودے بھان اور رانی کیتکی دونوں ملے
آس کے جو پھول کمہلائے[۱] ہوئے تھے پھر کھلے
چین ہوتا ہی نہ تھا جس ایک کو اُس ایک بن
رہنے سہنے سو لگے آپس میں اپنے رات دن
اے کھلاڑی یہ بہت[۳] تھا کچھ نہیں تھوڑا ہوا
آن کر آپس میں جو دونوں کا گٹھ جوڑا ہوا
چاہ کے ڈوبے ہوئے اے میرے داتا سب ترییں
دن پھرے جیسے انھوں کے دیسے[۴] اپنے دن پھریں

۱؎ نسخۂ عبدالحق:۔ اس، ۲؎ نسخۂ عبدالحق:۔ کمہلائے

۳؎ ہندی متن:۔ سا، ۴؎ نسخۂ عبدالحق:۔ ایسے

وہ اڑن کھٹولے والیاں جو ادھر میں چھت سی[1] باندھے ہوئے ٹھٹک رہی تھیں۔ بھر بھر جھولیاں اور مٹھیاں ہیرے اور موتیوں سے نچھاور کرنے کے لیے اُتر آئیاں، اور اڑن کھٹولے جوں کے توں ادھر میں چھت باندھے ہوئے کھڑے رہے اور وہ[2] دولھا، دلھن پر سے ساتِ سات[3] پھیری واری پھیرے ہونے میں پس پس گئیاں[4] اور ان سبھوں کو ایک چپکی سی لگ گئی۔

راجا اندر نے دلھن کی منھ دکھائی میں ایک ہیرے کا اکڈال چھپر کھٹ اور ایک پیڑھی پکھراج کی دی اور ایک پارجات کا پودھا جس سے جو جی چاہے[5] مانگو سو ہی ملے، دلھن کے سامنے لگا دیا، اور ایک کام دھین گائے کی بیٹھیا[6] بھی اس کے نیچے باندھ دی۔ اور اکیس لونڈیاں انھیں اڑن کھٹولے والیوں سے جو حسن کے اچھی سے اچھی، ستھری سے ستھری گاتی بجاتیاں ہنستی بولتیاں سگھڑ سے سگھڑ سونپیں

---

[1] نسخۂ عبدالحق :۔ سی ×

[2] ایضاً :۔ اور وہ ×

[3] ایضاً :۔ ساتھ ساتھ

[4] ایضاً :۔ گیان

[5] ایضاً :۔ جو مانگے سو ہی ملے۔ ہندی متن :۔ جو پھل چاہو سو ہی ملے۔

[6] ہندی متن :۔ بچھیا بچھیا بھی اس کے نیچے باندھ دی

اور انھیں کہہ دیا۔ "رانی کیتکی چھٹ ان کے دولھا سے کچھ بات چیت نہ رکھیو تمھارے کان پہلے سے مروڑے دیتا ہوں، نہیں تو سب کی سب پتھر کی مورتیں[1] بن جاؤگی اور اپنا کیا آپ پاؤگی۔"

اور گسائیں مہندر گر جی نے باون تولے پاؤ رتی جو سنتے ہیں ان کے اکیس مٹکے آگے رکھ کے کہا۔ "یہ بھی ایک کھیل ہے جب چاہیے تو بہت سا تانبا گلا کے ایک اتنی سی اس کی چٹکی[2] چھوڑ دیجیے گا کنچن ہو جائے گا۔"

اور جوگی جی نے سبھوں سے کہہ دیا۔ "جو لوگ ان کے بیاہ میں جاگے ہیں ان کے گھروں میں چالیس دن چالیس رات سونے کی ندیوں[3] کے روپ میں ہُن برسیں اور جب تک جئیں کسی بات کو پھر نہ ترسیں۔"

نو لاکھ ننانوے گائیں سونے روپے کی سنگوٹیوں کی، جڑاؤ گہنا پہنے ہوئے، گھنگرو چھم چھماتیاں[4]، باہمنوں کو دان ہوئیں اور سات برس کا پیسا سارے راج کو چھوڑ دیا۔ بائیس سَے ہاتھی اور چھتیس سَے اونٹ روپوں[5] کے توڑے لادے

---

[1] ہندی متن:- مورت ہو جاؤگی

[2] اصل و نسخۂ عبدالحق:- چٹکی ×

[3] ہندی متن:- کی ندیوں کے روپ میں ہن برسے

[4] نسخۂ عبدالحق:- چھن چھناتیاں۔ [5] اصل و نسخۂ عبدالحق:- اونٹ لدے ہوئے روپوں کے لٹا دئے۔

ہوئے لٹا دیے۔ کوئی اس بھیڑ بھاڑ میں دونوں راج کا رہنے والا ایسا نہ رہا جس کو گھوڑا جوڑا، روپیوں کا توڑا، سونے کی جڑاؤ کڑیوں کی جوڑی نہ ملی ہو۔

اور مدن بان چھٹ دولھا دلہن کے پاس کسی کا ہیاؤ نہ تھا، جو بن بلائے چلی جائے۔ بن بلائے دوڑی آئے تو وہی آئے اور ہنسا دے تو وہی ہنسائے۔ رانی کیتکی کے چھیڑنے کو، ان کے کنور اودے بھان کو "کنور کیوڑا جی"[1] کہہ کے پکارتی تھی اور اسی بات کو سو سو روپ سے سنوارتی تھی۔

دوہے اپنی بولی کے

گھر بسا جس رات انھوں کا تب مدن بان اس گھڑی
کہہ گئی دولھا دلہن کو ایسی سو باتیں کڑی
باس پا کر کیوڑے کی، کیتکی کا جی کھلا
سچ ہے ان دونوں جنوں کو اب کسی کی کیا پڑی
کیا نہ آئی لاج کچھ اپنے پرائے کی اجی
تھی ابھی اس بات کی ایسی بھلا[2] کیا ہڑبڑی

---

[1] نسخۂ عبدالحق :- کنور اجی

[2] ایضاً :- ایسی ابھی کیا

مسکرا[1] کر تب دلھن نے اپنے گھونگھٹ سے کہا
موگرا[2] سو ہو کوئی کھولے جو تیری گل جھڑی
جی میں آتا ہے ترے ہونٹوں کو مل ڈالوں ابھی
بل بے اے رنڈی ترے دانتوں کی مسّی کی دھڑی

---

[1] نسخۂ عبدالحق:۔ مسکرا کر تب ×

[2] ایضاً:۔ موگرا سو ہو کوئی کھولے جو تیری گلجھڑی ×

فرہنگ

(الف)

آٹھ پہر :- ہر وقت، چوبیس گھنٹے، دن رات۔

آدھ شکتی :- معجزنما، دیوی شکتی، سرسوتی جی کا لقب۔

آدیس :- جوگیوں اور فقیروں کا سلام

آرسی :- ایک قسم کی انگوٹھی جس پر نگینہ کے بجائے روپیہ کے برابر گول ترشا ہوا آئینہ جڑا ہوتا ہے جس کو عورتیں اپنے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے میں پہنتی ہیں اور ضرورت کے وقت منھ دیکھتی ہیں۔

آرسی بھون :- آئینہ خانہ۔

آرسی دھام :۔ شیش محل۔

آسن :۔ جوگیوں کا انداز نشست، وہ کمبل یا بستر جس پر بیٹھ کر ہندو فقیر پوجا پاٹ کرتے ہیں۔

آنکھ مچوّل :۔ لڑکیوں کا ایک مشہور کھیل۔

آنند :۔ خوشی، خرمّی۔ مزہ۔

ابدھوت :۔ عجیب، انوکھا، جوگی، بہت جوش کے ساتھ بھوتوں کی طرح کام کرنے والا۔

اتیت :۔ ہندو فقیر۔ سنّیاسی۔ چیلا۔

اٹھکھیل :۔ شوخ، چُلبلا۔

اٹکھیلیاں :۔ شوخیاں، طرّاریاں، ناز نخرے۔

اچپلاہٹ :۔ شوخی، تیزی۔ اضطرار۔

اچرج :۔ انوکھا، تعجب، معجزہ۔

اُچکّا :۔ چور، شاطر چور۔

اچھّن بچھّن :۔ حسن و خوبصورتی۔ تندرستی

اُداسا :۔ ایک آسن ہے جس میں جوگی اور رشی حبس دم کرتے ہیں۔

ادھر :۔ معلق، بیچ میں، نہ ادھر نہ اُدھر۔

اُدھلی :۔ مستانہ، شوخ، جوانی کے جوش میں بھری ہوئی۔

اُڑان گھائی :- چالاکی، جھوٹی سچّی فقرہ بازی، بندھی ہوئی چوٹیں۔ بہکانا، فریب دینا۔

اڑتلا :- زیر سایہ۔ پُشتی، پناہ۔

اساوری :- ایک قسم کا ریشمی باریک کپڑا جس میں لال، زرد اور سبز پٹریاں ہوتی ہیں اور طول میں دو پہلے تاروں سے بنا ہوتا ہے۔ سری راگ کی پانچ قسموں میں سے ایک راگنی کا نام۔

اکُت :- نئی بات۔

اکڈال :- وہ شے جو پوری ایک ہی چیز کی بنی ہوئی ہو، اور اس میں کوئی جوڑ نہ ہو۔ ایک وضع قطع کی۔

اکڑ تکڑ :- غرور و نخوت کی ادائیں۔

اگلی :- کسی چیز کا زور میں باہر نکلا پڑنا۔ بڑھ کر۔

الھڑ :- کمسن، نادان، بھولا بھالا۔

امریاں :- آم کا باغ، آم کے درختوں کا جھنڈ جہاں عموماً جھولے ڈالے جاتے ہیں :- ؎ چل نہ امریوں میں جھولیں، لیں درختوں کی ہوا (انشاؔ)

ان بیدھے موتی :- ایسے موتی جن میں سوراخ نہ ہوں۔

انٹی :- گھائی۔ انگلیوں کا درمیانی فرق۔ فریب، دھوکا۔

اندر :- ایک دیوتا جس کا مقام سورج اور زمین کے درمیان ہے اور پانی برساتا

ہے۔ اسے دیوتاؤں کا راجا مانا جاتا ہے۔

اندراسن :۔ راجا اندر کا تخت۔

اندرسبھا :۔ راجا اندر کا دربار۔

اندرلوک :۔ راجا اندر کا مقامِ حکومت۔ پرستان۔

انجن :۔ ایسا کاجل یا سرمہ جس کو لگا کر آپ سب کو دیکھیے اور کوئی آپ کو نہ دیکھ سکے۔

انکھڑیاں :۔ آنکھیں، عموماً محبوب کی آنکھوں کو کہتے ہیں۔

انوپ :۔ بے مثال۔ لاجواب۔ اعلیٰ درجے کا۔

انیندا :۔ بے خواب۔

اوبنا :۔ اکتانا۔

اُودھو :۔ سری کرشن جی کا ایک سکھا (ساتھی)، جسے پیامی بنا کر کرشن جی نے اپنی گوپیوں کے پاس بھیجا تھا۔

اوس پڑنا :۔ افسردگی چھا جانا۔ بے رونق ہونا۔

ایراوت :۔ ہاتھی۔ راجا اندر کے ہاتھی کا نام۔

ایسری باچ :۔ ایشور کے منھ سے نکلے ہوئے مقدّس الفاظ، منتر۔

ایمن کلیان :۔ ایک راگ کا نام جو رات کے پہلے پہر میں گایا جاتا ہے۔

(ب)

باراہ :۔ (وراہ) وشنو کا تیسرا اوتار جو شُور (خنزیر) کی شکل میں ظاہر ہوا تھا۔

باسدیو:۔ سری کرشن جی کے والد جو یدو میٹر کے بیٹے تھے ۔۔۔ ان کی ماں کا نام "مارشا" تھا۔ باسدیو کی پیدائش کے وقت جنت میں نقارے کی آواز سنائی دی تھی۔ اپنے باپ کی سب سے بڑی اولاد تھے۔

باگے:۔ کپڑے۔ جوڑے۔

باؤ:۔ ہوا۔

باؤبھک:۔ دیوانگی۔ سڑی پن۔

باولی:۔ عاشق۔ دیوانی۔

باون تولے پاؤ رتّی:۔ یہ مثل علم کیمیا کی ایک اصطلاح سے بنائی گئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پاؤ رتّی کیمیا باون تولے تانبے کو سونا بنا دیتی ہے۔ یہاں مراد کیمیا سے ہے۔

باون رُوپ:۔ وشنو کا پانچواں اوتار جو راجا بلی کو فریب دینے کے لیے ظاہر ہوا تھا۔

ببھاس:۔ ایک راگ کا نام جو صبح کے وقت گایا جاتا ہے۔

بپت:۔ دکھ، تکلیف۔

برج:۔ متھرا کا ضلع جس میں گوکل، بندرابن، اور برسانے وغیرہ شامل ہیں اور ایک سو اڑسٹھ میل کے گھیرے میں ہے۔ یہ جگہ سری کرشن جی کے وہاں پیدا ہونے اور لیلا کرنے کے سبب نیز زبان کی فصاحت اور سلاست کی وجہ سے نہایت مشہور ہے۔

بِروگ :- ہجر- فراق-

بڑھ :- برگد کا درخت-

بستر :- لباس- پوشاک-

بکھرا بکھرا جانا :- بے حال ہونا- مچلنا اور ضدیں کرنا- پریشان کرنا-

بگھمبر :- شیر کی کھال جس پر جوگی بیٹھتے ہیں-

بلاول :- ایک راگنی کا نام جو رات کے وقت گائی جاتی ہے-

بل بے :- واہ واہ، مرحبا، شاباش-

بناس پتی :- جنگل کے پتے-

بندرابن :- ضلع متھرا کا ایک تیرتھ جو سری کرشن جی کے کھیل کود کا میدان مانا جاتا
کہتے ہیں کہ لڑکپن میں سری کرشن جی نے جو کرامتیں دکھائیں ان میں سے بیش
یہیں ظہور میں آئیں-

بندھن وار :- آم کے پتوں، پھلوں اور پھولوں کی بنی ہوئی بیل جس کو خوشی کے مو
پر اہلِ ہنود اپنے گھروں کے دروازے پر لگاتے ہیں-

بنسی بٹ :- (بٹ = برگد) برگد کا وہ پیڑ جس کے تلے سری کرشن جی بانسری بج
کرتے تھے-

بوٹا :- چھوٹا پھول یا پودھا-

بوجھنا :- سمجھنا-

بھاکھا :۔ برج بھاشا۔ ہندی زبان۔

بھاگ :۔ حصّہ۔ قسمت۔ ایک راگنی کا نام جو رات میں گائی جاتی ہے۔

بھاویں :۔ پروا۔ خیال۔ توجہ۔

بھبھوت : وہ راکھ جو سنّیاسی یا جوگی اپنے بدن پر ملتے ہیں۔

بھرتری (بھرت ہر) ایک مشہور قواعد نویس اور شاعر جو اجیّن کے راجا وکرمادت کے بھائی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اپنی بیوی پر مٹے ہوئے تھے۔ لیکن بعد میں اس کی بدچلنی کے باعث دنیا چھوڑ دی۔ یہ بھی مشہور ہے کہ کاشی (بنارس) میں یوگی ہونے کے بعد انھوں نے بہت سی کتابیں لکھی تھیں۔ آجکل کچھ یوگی اور سادھو سارنگی پر ان کی ثنا وصفت گا کر بھیک مانگتے پھرتے ہیں اور اپنے آپ کو انھیں کے مذہب کا بتاتے ہیں۔

بھری بھتولی :۔ کثرت سے، بہتات سے۔

بھگت :۔ زاہد، پجاری، ارادتمند۔

بھگتیے :۔ سوانگ بھرنے والے۔ ناچنے گانے والے فرقے کے لوگ جو طرح طرح کے بہروپ بھر کر تماشا بینوں کو محظوظ کرتے ہیں۔

بھُلاوا :۔ مغالطہ۔ فریب۔

بھنڈتال :۔ بھانڈوں کا ناچ۔ بھنڈتلا۔ ایک قسم کا ناچ اور گانا جس میں تالیاں پیٹتے ہیں۔

بھونری :۔ ہندوؤں کی شادی کی ایک رسم جس سے بیاہ مکمل ہوتا ہے۔ دولھا

اور دلہن کا ساتھ ساتھ آگ کے گرد سات بار پھیرے کرنا۔

بھیروں :۔ شنکر۔ مہادیو۔ پرانوں میں آیا ہے کہ جس وقت شیوجی اور اندھک راکشس میں باہم لڑائی ہو رہی تھی اس وقت اندھک کے گرز سے شیوجی کے سر کے چار ٹکڑے ہو گئے اور اس میں سے خون کے شراٹے نکلنے لگے جس سے پانچ بھیرو پیدا ہوئے۔

بھیرویں :۔ ایک راگنی کا نام جو صبح کے وقت گائی جاتی ہے۔ اسے ٹوڈی ٹھاٹ بھی کہتے ہیں۔

(پ)

پاربتی :۔ شیوجی کی رانی کا نام۔ درگا جی۔

پارجات :۔ نندن بن کا ایک مقدس پیڑ۔ دیوتاؤں کا درخت۔ ہارسنگار۔

پُٹ :۔ آمیزش۔ شائبہ، لگاؤ۔

پدمنی :۔ نہایت حسین و جمیل عورت۔

پرج :۔ ایک راگنی کا نام۔

پرشرام :۔ جمدگنی رشی کے بیٹے کا نام، جنھوں نے اکیس بار چھتریوں کا ناش کیا۔

پڑھنت :۔ منتر، جادو۔

پکھراج :۔ ایک قسم کا بیش قیمت پتھر جس کا رنگ زرد ہوتا ہے۔

پچھالا :۔ خوشامدی۔ ہر وقت ساتھ رہنے والا۔

پنسیری :- پانچ سیر کا وزن۔
پوتھی :- ہندوؤں کی مذہبی کتاب۔ علم نجوم کی کتاب۔
پھبن :- وہ خوبصورتی یا زیبائش جو کسی دوسری چیز مثلاً خط و خال یا زیور کی مدد سے آدمی میں پیدا ہوتی ہے۔ سجاوٹ۔ موزونیت۔
پھٹے منھ :- کلمۂ تحقیر۔ تف ہے۔ لعنت خدا کی۔
پھولے نہیں سمانا :- مارے خوشی کے آپے میں نہ رہنا۔ نہایت خوش ہونا۔

(ت)

ترپولیا :- وہ بڑا تین در کا پھاٹک جو بادشاہوں، راجاؤں کی سواری کا جلوس بہ آسانی نکل جانے کی غرض سے محل کے سامنے یا بیچ بازار میں بنا دیا جاتا تھا۔
ترنا :- پانی کے اوپر آنا۔
تڑاوے :- آرائش سے۔ اوپری دکھاوا۔ ٹھاٹھ کے ساتھ۔
تلپٹ :- تباہ و برباد۔ درہم و برہم ہونا۔ تلے اوپر ہونا۔
توڑا :- اشرفی یا روپیوں کی تھیلی۔
تھکا :- چاندی یا سونا جو پگھل کر منجمد ہو گیا ہو۔ کوئی جمی ہوئی شے۔
تھل بیڑا :- ٹھہرنے کی جگہ۔ کسی چیز کا سراغ۔ کسی شخص کا مسکن یا وجہ معیشت۔
تہلکا :- مصیبت۔ آفت۔
تیل پھلیل :- وہ روغن جو کسی خوشبودار پھول میں بسا کر بنایا جائے۔

(ٹ)

ٹک :- ذرا۔

ٹوڑی :- ایک راگنی کا نام۔

ٹھاٹھ :- دھوم دھام۔ تکلف۔ طریقہ۔ سازوسامان۔

ٹھاکر :- مالک۔ آقا۔ دیوتا۔ ایشور۔

(ج)

جاہی جوہیاں :- (جاہی جوہی) ایک قسم کی آتشبازی۔

جٹا :- لمبے لمبے بال۔ شیوجی کی وضع کے گندھے ہوئے بال۔

جھد :- تک۔ جب۔

جلترنگ :- ایک طرح کے باجے کا نام جو پیالیوں میں پانی بھر کر تیلیوں سے بجایا جاتا ہے۔

جنم اشٹمی :- بھادوں کے اندھیرے پاکھ کا آٹھواں دن جس روز سری کرشن جی نے جنم لیا تھا۔

جوگ سادھنا :- دنیا کو چھوڑنا۔ جوگی بننا۔ حبس دم کرنا۔

جوگیا :- ایک راگنی کا نام جو آخر شب میں گائی جاتی ہے۔ گیروا رنگ۔

جوڑے بھونرے :- قلعے یا محلوں کے تہ خانے۔

جھاڑ اور پہاڑ :- بڑے بڑے جھاڑی دار درخت اور پہاڑ۔

جھروکا:۔ دریچہ۔ کھڑکی۔
جھگڑا جھانٹا:۔ بکھیڑا۔ دنگا، تکرار۔
جھمکڑا:۔ حسین چیزوں کا مجمع یا جمگھٹا۔
جھنجھوٹی:۔ کھماچ ٹھاٹھ کے سمپورن راگ کا نام جو رات میں گایا جاتا ہے۔
جے پال:۔ ایک فرضی جوگی کا نام جو مشہور ہے کہ ہوا میں اڑا کرتا تھا۔
ع جوگی جے پال بنے سیکڑوں فرسنگ اُڑے۔ انشاؔ

(چ)

چاہ چوچ:۔ لاڈ پیار۔
چت چاہی:۔ دل پسند۔ من پسند۔
چٹ:۔ دھبا۔ عیب۔ داغ۔
چڑھاوا:۔ زیور جو منگنی یا برات کے روز دُلھن کو دولھا والوں کی طرف سے دیا جاتا ہے۔
چل نکلنا:۔ حد سے بڑھ جانا۔ گستاخ ہو جانا۔ کسی کام کا بوجھ برداشت کرنے کے قابل نہ ہونا۔
چندن:۔ صندل۔ صندل کی لکڑی۔
چنڈول:۔ سُکھپال۔ ایک قسم کا زنانہ محافہ جسے کہار اٹھاتے ہیں۔
چونکا:۔ چو مصرعہ۔ کبت۔

چھ کرڑی بھولنا :- گھبرا جانا۔ تیزی جاتی رہنا۔ ہرن کا جست لگانا۔

چولھے بھاڑ میں جانا :- عورتیں غصّہ کی حالت میں یہ محاورہ استعمال کرتی ہیں جس کا مطلب ہوتا ہے اجڑ جائے۔ بلا سے۔ پروا نہیں۔ کمبخت۔

چونڈا :- سر۔ بالوں کا وہ گچھا جو عورتیں سر پر لا کر باندھ لیتی ہیں۔

چھُٹ :- سوائے۔ علاوہ، مستثنیٰ۔

چُہچُہی :- نہایت سُرخ و شوخ رنگ۔

چھ راگ :- شاستری سنگیت میں راگ کی چھ قسمیں ہوتی ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ بھیروں، سری راگ، میگھ راگ، ہنڈول دیپک راگ اور مالکوس

چُہل :- ہنسی۔ مسخراپن۔ خوش طبعی۔

چیر گھاٹ :- جمنا کا وہ گھاٹ جہاں سے سری کرشن جی نہاتی ہوئی عورتوں کے کپڑے کر کدم پر چڑھ گئے تھے۔

(د)

داتا :- دینے والا، اللہ۔

دل بادل :- بہت سی فوج۔ دَھُور ابر۔

دوارکا :- ہندوؤں کا ایک مشہور تیرتھ، جہاں سری کرشن جی، راجا کنس کو مارنے اور متھرا میں اپنی میراث پر قبضے کے بعد منتقل ہو گئے تھے۔

دوہا :- ہندی کی ایک بحر یا وزن جس میں حقیقتاً چار مصرعہ ہوتے ہیں، مگر وہ دو سطروں

میں لکھا جاتا ہے۔ اس کے پہلے اور تیسرے مصرع میں ۱۳-۱۳ ماترے اور دوسرے اور چوتھے میں ۱۱-۱۱ ماترے ہوتے ہیں۔ تیسرے اور چوتھے مصرع میں قافیے کی بھی قید ہوتی ہے۔

دھام :- رہنے کی جگہ۔ گھر۔

دھڑی :- مسّی کی تہہ جو عورتیں اپنے ہونٹوں پر جمالیتی ہیں۔

دھن بھاگ :- خوش نصیبی۔ خوش وقتی۔

دیپک :- وہ راگ جس کی نسبت مشہور ہے کہ اس کے گانے سے آگ لگ جاتی ہے۔

(ڈ)

ڈارول :- پرندوں کا پرا۔ جانوروں کا جھنڈ۔

ڈاگ :- مرد چالاک۔ تجربہ کار۔ زیرک و ہوشیار۔

ڈانک :- سنہرا روپہلا ورق جو نگینے کے نیچے چمک بڑھانے کے لیے لگا دیا جاتا ہے۔

ڈانگ :- پہاڑ کی سب سے اونچی چوٹی۔

ڈبرے :- پانی جمع ہونے کی جگہ۔ چھوٹا تالاب۔

ڈلک :- آبداری۔ چمک دمک۔

ڈنڈ :- ماند۔

ڈنڈوت :- آداب۔ تسلیم۔ سجدہ۔

ڈول:۔ وضع قطع۔ خصلت۔ انداز۔ طور۔

ڈہڈہا:۔ بہت سُرخ و شوخ رنگ، تر و تازہ۔ شاداب۔

(ر)

راتا:۔ سُرخ رنگ کا ایک کپڑا۔

راجا اندر کا اکھاڑا:۔ راجا اندر کی سبھا جس میں حسین و جمیل پریاں ناچتی تھیں۔ کنایۃً پری زادوں کا جمگھٹ، خوبصورت عورتوں کا مجمع ہے

نہیں یہ لکھنؤ، اک راجا اندر کا اکھاڑا ہے۔ انشاؔ

رادھا:۔ (رادھکا) سری کرشن جی کی ایک نہایت چہیتی گوپی کا نام۔

راگنی:۔ شاستری سنگیت میں راگ کی چھ قسمیں ہوتی ہیں۔ جن کے مختلف شعبے ہوتے ہیں۔ ہر شعبے کو ایک راگنی کہتے ہیں۔

رام:۔ (رامچندر) مہاراجا دشرتھ کے بیٹے جو دس اوتاروں میں سے ایک اوتار مانے جاتے ہیں۔ رامائن کے ہیرو۔

رام جنیاں:۔ (رام جنی کی جمع) ہندو رنڈی۔ لاوارث عورت جو کسب پر بیٹھ گئی ہو۔

راون:۔ لنکا کا مشہور راجہ جس کے دس سر تھے۔ جس زمانے میں رامچندر جی اپنے بھائی لچھمن اور بیوی سیتا کے ساتھ جلاوطنی کے دن گزار رہے تھے۔ اسی دوران میں ایک دن راون سیتا جی کو تنہا پا کر جنگل سے اٹھا لے گیا تھا جس کے بعد رامچندر جی

نے سمندر پر پل باندھ کر لنکا پر چڑھائی کی اور ایک زبردست جنگ کے بعد راون مارا گیا۔

رُچ :۔ خواہش۔ بھوک۔

رَس :۔ پیار، مزہ، لطف۔ ذوق۔ جذبات کی مختلف کیفیتیں۔

رنڈی :۔ عورت۔

رُوپ :۔ حُسن۔ چہرے کی چمک دمک۔

رُوکھ :۔ درخت۔ پیڑ۔

رہس :۔ گوالوں کی اگلے زمانے میں ایک تفریح جس میں وہ سب گھیرا باندھ کر ناچتے گاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس کی ابتدا سری کرشن جی نے کارتک کی چودھویں تاریخ کو کی تھی۔ بعد میں اس میں کئی طرح کے پوجن ملا دیئے گئے اور یہ باعث نجات مانی جانے لگی۔ کرشن لیلا۔

رہس دھاری :۔ (راس دھاری) وہ شخص یا لوگ جو سری کرشن کے راس کا ناٹک کرتے ہیں۔

(س)

سارنگ :۔ ایک راگنی کا نام جو دوپہر کو گائی جاتی ہے۔

سانگ :۔ کسی کی نقل یا بھیس بدلنا۔ کھیل تماشا۔

سائیں :۔ اللہ، مالک، عموماً درویش اس کلمے سے دوسرے کی طرف خطاب کرتے

ہیں۔

سج دھج :۔ سج ۔ سجاوٹ۔ دھج ۔ وہ حسن جو کسی خاص وضع قطع یا روش سے پیدا ہوتا ہے۔

سُچکنا :۔ فکر کرنا۔ اندیشہ ہونا۔ غم و الم ہونا۔

سچوٹی :۔ سچی۔

سُدھ بُدھ :۔ عقل و شعور ۔ ہوش۔ خبر۔

سر جھاڑ منہ پہاڑ :۔ دیوانہ وار ، وحشیانہ ، بہت زیادہ۔

سُرت :۔ یاد۔ خیال ۔ ہوش ۔ تمیز

سر چوٹ :۔ بار خاطر۔ خلاف مرضی ۔ چڑ۔ بُرا لگنا۔

سر دھری :۔ سردار۔ ممتاز۔

سر دھننا :۔ افسوس کرنا ، پچھتانا۔

سرسوتی :۔ ایک دیوی کا نام جو برہما کی استری اور جملہ عُلوم و فنون کی موجد خیال کی جاتی ہے۔ شاردا۔ بھگوتی۔

سر منڈاتے ہی اولے پڑنا :۔ کسی کام کے شروع کرتے ہی نقصان یا خرابی کا واقع ہونا۔

سکھپال :۔ ایک قسم کی پالکی جس میں امیروں کی عورتیں سوار ہوتی ہیں۔

سماوٹ :۔ سما پانے کی قوت۔

سُمرن :- مالا، گُندھے ہوئے موتی، کانچ یا مونگے کے چند دانے جو عموماً بے نوا فقیر اپنے گلے میں ڈالتے ہیں۔

سناٹا :- بہت زور کی آواز جو تیز ہوا چلنے سے پیدا ہوتی ہے۔ صدائے وحشتناک۔

سنگاسن :- تخت حکومت۔

سنگوٹی :- وہ غلاف یا پیتل وغیرہ کا خول جو ہرن یا بیلوں کے سینگوں پر خوبصورتی کیلئے چڑھادیتے ہیں۔

سنمکھ :- رُو برو۔ آمنے سامنے۔

سورٹھ :- ایک راگنی کا نام جو رات کے دوسرے پہر میں گائی جاتی ہے۔

سُون :- چُپ۔ سکُوت۔ خاموشی۔

سوہلا :- وہ گیت جو عورتیں شادی بیاہ یا زچہ خانوں میں یا پھر جن دیوی کی تعریف میں گاتی ہیں۔

سوہنی :- خوبصورت۔ خوشنما۔ ایک راگنی کا نام۔

سوہے راتے :- سُرخ رنگ کے کپڑے۔

سہائے :- مدد۔

سیلی :- وہ بالوں، سوت یا سیاہ ریشم کے تاگوں کی ڈوری جو اکثر جوگی یا معشوق گلے میں پہنتے ہیں۔

سیوا کنج :- لغت میں نہیں ملتا۔ غالباً یہ بندرابن کے علاقے میں کوئی جگہ تھی جہاں کرشن جی کھیلا کودا کرتے تھے۔

(ک)

کام دھینُو :۔ (کام دھینُو) اندر کی ایک گائے کا نام جس کے بارے میں ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ اس سے جو مراد مانگو وہ فوراً مل جاتی ہے۔

کالنگڑا :۔ ایک راگنی کا نام جو رات کے تیسرے پہر میں گائی جاتی ہے۔

کامرّیا :۔ کملی۔

کانہڑا :۔ ایک راگنی کا نام۔

کبت :۔ نظم۔ چھند۔ ایک قسم کی ہندی نظم جسے مَن ہرن بھی کہتے ہیں۔

کُبجا :۔ کنس کی ایک لونڈی جو کبڑی تھی۔ یہ سری کرشن جی سے محبت رکھتی تھی۔ بعد میں کرشن جی نے اپنی کرامت سے اس کا کُوبڑ دور کر دیا تھا۔

کٹ تال :۔ (کرتال) ایک قسم کا باجا جس کا ایک ایک جوڑا ہاتھ میں لے کر بجاتے ہیں۔ جھانجھ۔ مجیرا۔

کچھُ :۔ (کچھپ۔ کچھوا) وشنو کا دوسرا اوتار جو کچھوے کی شکل میں ظاہر ہوا تھا۔

کدارا :۔ ایک راگنی کا نام جو رات میں گائی جاتی ہے۔

کدم :۔ دیوتاڑ۔ ایک قسم کے درخت کا نام جس پر سری کرشن جی، گوپیوں کے نہانے کے وقت ان کے کپڑے لے کر چڑھ گئے تھے۔ اسلیے ہندو اس درخت کی بڑی تعظیم کرتے ہیں۔

کرتوت :۔ بُرے کام۔ حرکاتِ ناشائستہ۔

کرچھالیں مارنا :۔ ہرن یا گھوڑے کی طرح اُچھلنا کودنا۔

کریل :۔ ایک کانٹے دار جھاڑی ہے وہی کریل کی کُنجیں تھیں اور بندرابن

انشار

کُسُنبھ :(کُسُم) ایک قسم کا پُھول جس سے شہاب نکلتا ہے اور کپڑے رنگے جاتے ہیں۔

کَل کا پُتلا :۔ مطلب یہ کہ انسان خدا کے ہاتھ میں محض ایک کھلونا یا کٹھ پُتلی ہے۔ جس کو وہ جس طرح چاہتا ہے اٹھاتا اور بٹھاتا ہے۔

کُنج :۔ منڈوا۔ درختوں کے سایہ میں بیٹھنے کی جگہ۔

کُنچن :۔ سونا۔

کنچنی :۔ ناچنے والی ہندو عورت۔

کنول :۔ گُل نیلوفر۔ شعراء اس پھول سے دل کو تشبیہہ دیتے ہیں۔

کنھیّا :۔ سری کرشن جی کا لقب، چونکہ یہ سانولے سلونے تھے اس لیے جسودھا جی انھیں کنھیا کہا کرتی تھیں، جس کے معنی ملیح، خوبصورت اور نوخیز کے ہیں۔

کُوک :۔ بلند آواز۔

کھٹائی میں پڑنا :۔ مصیبت میں پڑنا، جھمیلے میں پڑنا۔

کھٹ :۔ ایک مشکل اور پیچیدہ راگ کا نام جو صبح کے وقت گایا جاتا ہے۔

کھمّاچ :۔ ایک راگنی کا نام جسے گرنتھوں میں کام کھوجی میل بھی لکھا

گیا ہے۔ مالکوس راگ کی دوسری راگنی۔
کھنڈ جانا:۔ پھیل جانا۔ بکھر جانا۔
کھنڈسال:۔ شکر بنانے کا کارخانہ۔
کیسری:۔ زعفران۔
کیلاس پہاڑ:۔ ہمالیہ پہاڑ کی ایک چوٹی۔ پرانوں کے مطابق یہ شیوجی کا مسکن ہے۔
کیتکی:۔ کیوڑہ۔

(گ)

گاتی باندھنا:۔ دوپٹے کو سینے اور کمر سے کسی کام کے واسطے باندھنا۔
گٹکا:۔ گٹکے کی صورت ایک بڑی گولی کی سی ہوتی ہے۔ مشہور ہے کہ اس کے بنانے میں خاص دوائیں استعمال کی جاتی ہیں اور اس کا مافوق العادت اثر یہ سمجھا جاتا ہے کہ جو شخص اس کو منھ میں دبا لیتا ہے وہ ہوا پر اڑ سکتا ہے۔
گٹھ جوڑا:۔ (گٹھ بندھن) ہندوؤں کے بیاہ کی ایک رسم جس میں دولھا دلھن کے کپڑے ایک دوسرے سے باندھ دیتے ہیں۔ یہ رسم بیاہ کے چوتھے دن یا پھر کسی اور دن نیک ساعت دیکھ کر ادا کی جاتی ہے۔

گج موتی :۔ (گج : ہاتھی) ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ سب سے بڑا اور قیمتی موتی ہاتھی کے سر سے نکلتا ہے۔

گل جھڑی :۔ شکن، گرہ یا گتھی، دل کی کدورت۔

گنگا جمنی :۔ سونے چاندی کا ملا ہوا، سنہرا اور روپہلا، ملا جلا۔

گوت :۔ حسب و نسب، ایک قوم یا ذات کا رشتہ ہونا۔

گوٹا :۔ چاندی سونے اور ریشم کے تاروں سے بنی ہوئی پتلی لیس۔

گوجری :۔ ایک راگنی کا نام جس کے چھ سر ہوتے ہیں۔ اس کے گانے کا وقت دن کے دوسرے پہر میں مانا جاتا ہے۔

گوری :۔ ایک راگنی کا نام۔ خوبصورت عورت۔

گوکل :۔ متھرا کے قریب ایک گاؤں کا نام جہاں بچپن میں سری کرشن جی نے پرورش پائی تھی۔

گوکھرو :۔ مقیش یا دھنک وغیرہ کا گوکھرو کی مانند تکونا موڑا ہوا گوٹا جو اکثر عورتیں دوپٹوں اور بچوں کی ٹوپیوں وغیرہ میں ٹانکتی ہیں۔ ایک کانٹے کا نام جو تکونا ہوتا ہے۔

گھاگ :۔ پرانا، تجربہ کار۔ جہاندیدہ۔

گھرگھاٹ :۔ کل حقیقت۔ طرز، ڈھنگ، نشان۔

گھڑی :۔ ۲۴ منٹ کا وقفہ، رات دن کا ساٹھواں حصّہ۔

(ل)

لالڑی :۔ یاقوت، چھوٹا لال۔
لپّا :۔ ایک قسم کا رنگ جو شمشیر وغیرہ کے چرمی غلاف پر لگایا جا
ہے۔
لٹکا :۔ ٹوٹکا، گنڈا، منتر، کرشمہ، کرتب۔
لجیانا :۔ لاج کرنا، شرمانا۔
لگ چلنا :۔ بے تکلف ہوجانا۔ گستاخ ہونا۔
للت :۔ ہنڈول راگ کی تیسری راگنی کا نام۔

(م)

ماتھا ٹھنکنا :۔ کسی امر کے وقوع سے پہلے ہی اسکے آثار نظر آجانا۔
مالا :۔ سونے، چاندی یا سچے موتی کے دانوں کی قسم کا گلے میں پہننے
کا زیور۔
مالسری :۔ ایک راگنی کا نام جو دوپہر کے بعد گائی جاتی ہے۔
مانجھا :۔ وہ زرد رنگ کی پوشاک جو دولھا دلھن کو مانجھے میں
پہناتے ہیں۔
مچھ :۔ وشنو کا پانچواں اوتار جس نے مچھلی کی صورت میں ظاہر ہوکر
سیتاورت رشی کو عام طوفان کے آنے کی خبر دی تھی اور اسے چار

ویدوں کو کشتی میں رکھنے کی ہدایت کی تھی تاکہ وید طوفان سے محفوظ رہیں۔

مچھندر:۔ بڑی بڑی مونچھوں والا۔ مچھندر ناتھ، اور گورکھ ناتھ، گورکھ پنتھی صوفیوں کے نام ہیں۔

مدھ:۔ عنفوان شباب۔ مستی۔ نشہ۔

مردنگ:۔ ایک قسم کی ڈھولک جو طبلہ کی طرح بجائی جاتی ہے۔

مرگ چھالا:۔ ہرن کی بالوں سمیت کھال جس پر بیٹھ کر درویش عبادت کرتے ہیں۔

مُرٹیاں:۔ جواہرات۔ قیمتی پتھر۔ رتن۔

مسوس:۔ پچھتاوا، ملولا، کڑھن، حسرت۔

مسیں بھیگنا:۔ وہ روئیں جو مونچھیں نکلنے سے پہلے بطور سیاہی یا سبزی کے ہونٹوں پہ نمودار ہوتے ہیں، سبزہ آغاز ہونا۔

مکٹ:۔ تاج، وہ کلاہ یا تاج جو ہندوؤں میں دولھا کے سر پر رکھتے ہیں۔

ملولا:۔ ملال، حسرت، پچھتاوا۔ دُکھ۔

مُنھ تھتھانا:۔ نیچے کے ہونٹ کا لٹکا لینا اور ناراضگی اور آزردگی کی صورت بنانا۔

مُنھ چنگ:۔ ایک باجا جو منھ سے بجایا جاتا ہے۔

مُنھ دکھائی:۔ رُونمائی۔ وہ نقدی جو پہلے پہل دُلھن کا مُنھ دیکھ کر اس

کے رشتے دار دیتے ہیں۔

موا انگوڑا:۔ عورتیں جب کسی سے آزردہ ہوتی ہیں تو یہ کلمۂ تنفر کمبخت یا بدنصیب کی جگہ بولتی ہیں۔

مہادیوجی:۔ شیوجی۔ شنکرجی۔

مہرے کرنے:۔ زدپر، نشانے پر، سامنے رکھنا۔

مہورت:۔ کسی کام کے لیے اچھی ساعت دیکھنا۔ کسی کام کے کرنے کو ستاروں کی چال کے موافق وقت۔

(ن)

ناہ نوہ:۔ نہیں نہیں۔ انکار، تکلف۔

نپٹ:۔ سرتا سر۔ تمام۔ بالکل۔ پوری طرح۔

نرسنگھ:۔ وشنوجی کا چوتھا اوتار جس کا سر شیر کا سا تھا۔

نداان:۔ آخرکار۔ بعد میں۔ پیچھے۔

نلج:۔ بے شرمی۔ بے غیرتی۔

نواڑ:۔ چھوٹا بجرا۔ ہوا کھانے کی پرتکلف کشتی۔ ایک قسم کی چنبیلی۔

نول:۔ نئی، جوان۔

نہوڑانا:۔ خمیدہ کرنا۔ جھکانا۔ کج کرنا۔

نئے سرے:۔ پھر سے۔ از سر نو۔

(و)

واچھڑے :- واہ واہ، کیا خوب، اللہ رے۔

ورے :- ادھر، پاس، نزدیک۔

(ھ)

ہتھ پھول :- ایک قسم کی آتشبازی جس کو ہاتھ سے چھڑاتے ہیں اور جس میں سے پھول جھڑتے ہیں۔

ہیر پھیر :- ٹال مٹول۔ بہانہ۔ پس و پیش۔

ہرناکس :- (ہرناکشیپ) پرہلاد کے باپ کا نام جو نہایت ظالم اور ناستک راجا تھا۔ اہلِ ہنود کے عقیدے کے مطابق وشنو بھگوان نے نرسنگھ اوتار کی شکل میں ظاہر ہوکر اسے ہلاک کیا تھا۔

ہریاول :- ہریالی۔

ہڑبڑی :- جلدی سے۔ بیقراری، گھبراہٹ۔

ہکّا بکّا :- متحیّر، حواس باختہ، گھبرایا ہوا۔

ہک نہ دھک :- بے سان و گمان۔ اچانک۔ حیران۔ متعجب پس و پیش۔

ہُن :- چھوٹے سے طلائی سکّے کا نام جو دکن میں رائج تھا اسی لیے ان ذرّات کو بھی کہا جاتا ہے جو کسی زمانہ میں دکن میں آسمان سے برسے تھے۔ اب ہُن کی بارش ہونا کنایۃً خوشحالی

اور فارغ البالی کے لیے مستعمل ہے۔

ہندوی :۔ ہندوستانی زبان۔ اردو۔

ہنڈول :۔ ایک راگ کا نام۔

ہنڈولا :۔ گہوارہ۔ جھولا۔ پالنا۔

رانی کیتکی کی کہانی ——— اضافہ

مقدمہ صفحہ ۵۴

سطر ۵ " پھیل گیا " کے بعد ذیل کی عبارت بڑھالی جائے۔

" بال بیکا ہونا " اردو محاورہ ہے۔ ہندی والے اپنی تحریر و تقریر میں " بال بانکا ہونا " استعمال کرتے ہیں۔ انشا نے اردو محاورہ لکھا ہے۔

" رانی کیتکی کا ایک بال بھی بیکا نہیں ہوا "

ہندی میں حرف " خ " نہیں ہے۔ انشا نے اسے لفظ " پٹاخے " میں استعمال کیا ہے جو اس کہانی کے اردو ہونے کا مزید ثبوت ہے۔

کتاب نگر، دین دیال روڈ، لکھنؤ